يعلمهم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشی لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین و ایمان

موسوم

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل و الفواضل عمدۃ الاجلہ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب نقادی الہندی مترجم فتاوی عالمگیری و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام و حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بحسن حق چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے - جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے - اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین ہے/

تفسیر سورہ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲۰/

تفسیر سورہ یوسف - چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵/

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو - ۲/

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے/

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف عہ/ بلا کمیشن

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط الفیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر دین کو ہر نایاب تحفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اس پر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا وہی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا شایان تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لعہ بلا جلد - مجلد عہ/

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہین حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عـ/

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی - عہ/

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین - للعہ/

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا - ہے/

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع عـ/

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - ہے/

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنے معروف - ۸/

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحیی - ۵۰/

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین عـ/

راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱/

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۴/

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان - ۱/

ترجمۂ فتاوی عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین و جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس وقت ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل عـ/

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین - ۴۰/

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۳/

شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۳/

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا

اور جب سنیں جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچان لی بات

مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ

حق ۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھدے ہمکو ماننے والے کیساتھ ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نکریں اللہ تعالی پر اور جو پہونچا ہم پاس حق ۔ اور ہمکو توقع ہے کہ

أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ میں ۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں اُن میں ۔

وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے ۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ ۔

اوپر مذکور ہوا کہ نصاری لوگ بنسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں و اہل شرک کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاری کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورہ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا اور یہی اللہ تعالی نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ اور جب اُنھوں نے سنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اُترا اُس کو سنا تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھا اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان و جوش قلب ہے کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالی شانہ کو سنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہو جاتے تھے حتی کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہے کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول و کتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالی کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے (رواہ الحاکم وصححہ) اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہو گئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جاکر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عزوجل نے انکا یہ پوشیدہ قول و جناب باری تعالی میں دعا کرنا نازل فرمایا رواہ الطبرانی پھر مروی ہوا ہے کہ وہ جب مسلمان ہو گئے تو یہود مردود نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہے کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالی پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالی اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لاویں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہو گیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیونکر نہ ایمان لاویں

فہرست کتب

اطلاع ... رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کر دے
یا مل سکتی ہیں ملا دے یا اُن کے ساتھ جنت میں داخل کر دے اور مفسر سیوطی نے کہا کہ نطمع کا عطف نومن پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیوں نہ طمع کریں کہ ہمارا
پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ میں جنت کے اندر داخل کرے۔ یہ اسواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ و فعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہیں ہے جیسا کہ
بعض محققین کا قول ہے۔ اور حسب معنی حال ہے یعنی کیوں ہم ایمان نہ لاویں ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ لادے پس جو لوگ کہ
صالحین کے ساتھی ہونا نہیں چاہتے ہیں وہ البتہ ایمان نہ لائیں گے۔ بالجملہ جب یہ اُن کی باتیں اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ
رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی بقولہ۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ
بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائیں جنکے نیچے نہریں
جاری ہیں درحالیکہ اُنہیں ہمیشہ رہیں گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لا کر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافروں کے وعید بھی فرما دئے بقولہ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائیں ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہیں ف حاصل آنکہ کلام الٰہی
و اسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بدانجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس میں ہے کہ قولہ وَاِذَا سَمِعُوْا
مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندوں کا حال بیان فرما دیا کہ خالص بندوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن خطاب سننے
کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہیں پس اُن کی عقلیں اچھی انبساط و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد و آیات کو مشاہدہ کرتی ہیں اور اُن کے دل اس خطاب
کی حلاوت کو لیتے ہیں اور اُن کی روحیں جمال انبیا علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہیں اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کر کے اس کے نادر عجیب علوم غیب کے
لطائف ادراک کرتے ہیں پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق اُنکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا
ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اُس کی وحدانیت پر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اس دیدار سے اُسکا عاشق صادق ہو جاتا ہے۔ پس اس سے اُس کے جسم کو اثر
ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہو کر آنکھوں سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہو جانا چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر و یاد کی مجلس میں یہ
دل بھی عشق کی آگ میں جل جاتا ہے پھر ان لوگوں کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق و محبت کے آنسو ان کی آنکھوں
سے جاری ہوئے پس آگاہ فرمایا کہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ الآیۃ یعنی جب اُنھوں نے سماع خطاب میں پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد
علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اُترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پا کر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہو گئی اس سے رنج کیا پس
اس خوشی و رنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریہ شوق میں آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھیں معرفت غیب تک پہونچیں اور اُنکی روحیں
مشاہد قربت واصل ہوئیں پھر ایسے بہت گذرے ہیں جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتوں کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے
اُن کو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کر دیا۔ اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات میں نماز میں کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس میں نے یہ آیت پڑھی كُلُّ نَفْسٍ
ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ۔ پس میں نے اس کو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہرائے جاویگا۔ کہ چار جن کو تو نے قتل
کر ڈالا جنھوں نے اپنے سر آسمان کی طرف نہیں اُٹھائے یہانتک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح میں ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہیں رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے۔ پھر اللہ عز و جل نے انجیل والوں میں سے ایمان لانے والوں کی
پاکیزہ تصدیق کو عمدہ صفت سے ظاہر فرمایا بقولہ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یارون کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہین - اور ابن عطاؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ نے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پانوٗن قریب تھا کہ بول اُٹھین کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اُٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا - مما عرفوا من الحق - اور شیخ اُستاذؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھین کھلین اور مقام تحقیق کو پہونچکر جوش گریہ سے تسکین پائی -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کردین اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ نہین چاہتا حد سے بڑھنے والے کو -

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو -

نزول اس کلام کا اُسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر دنون کے روزے جائز ہین سب دن برابر روزہ رکھین اور ہر شب تمام رات نماز مین قائم رہین اور عورتون سے نزدیک نہ ہون اور خوشبو کو نہ چھوئین اور گوشت نہ کھاوین اور بچھونے پر نہ سوئین اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جسمین حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمرو کا نام ہی اور معالم مین دس صحابہ کا ایک مکان مین جمع ہوکر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہی جن کے نام یہ بیان کئے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن سود و عبداللہ بن عمرو ہین - وقال المترجم رواہ ابن جریرؒ عن مجاہد والسدی وغیرواحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین - ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق مین ہی پھر ان کے ارادے راہبون کے مانند بیان کرکے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ مین روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہی اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہین ہی - رواہ ابن ابی حاتم - اور صحیحین مین ہی کہ چند صحابہؓ نے حضرات امہات المؤمنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہان ہم اور کہان آنحضرت صلعم - اُن کو تو اللہ تعالیٰ نے بخشدیا ہی پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپنے مانند حدیث مذکورۂ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہی کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب مین گوشت کھاتا ہون تو مجھے عورتون کی خواہش ہوتی ہی اور مین نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر - (وقد روی موقوفاً و مرسلاً) - بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزین حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا اے ایمان والو مت حرام کرو - ف اپنے اوپر - طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ - پاکیزہ لذیذ چیزین مطعومات ان چیزون سے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کردی ہین ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کرلینا روا نہین ہے اور چونکہ خیر الہدی ہدی محمد صلعم ہین تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہی جائز نہین اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہی پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے و کھانا چھوڑکر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہین ہی کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے - قال المترجم اسمین بعض تامل ہی - بالجملہ اوتعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال مین سے لذیذ چیزون و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو - وَلَا تَعْتَدُوا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم آلہی سے تجاوز مت کرو - إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہین ہین پھر حکم دیا کہ - وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کو ف یعنی مرزوق مین سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہی بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہین اور بحث اوپر بیان ہوچکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نصیب کرے تو اسکو کھاوے اگر جی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالاً طیباً حال کو نہ ممانعۃ کلم اللہ تعالیٰ اور اعراب ظاہر ہے اور آیت میں دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے پھر یہ وصیت کر دی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ اور اسی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھو جس پر تم ایمان لائے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے ممنوعات سے تقویٰ رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہے پس اگر کسی نے آلہ تناسل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہے محض مہمل ہے کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا پھر بخوف الٰہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنھوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ کھاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اسپر حرام نہیں ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہیں آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مدلول احادیث صحیحہ سے بھی خلاف ہے۔ وقال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے تو ممانعت کس چیز سے ہے پس آیت کی نہی ویسے ہی ہے جیسے اور امور میں نہی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اسنے اپنے اوپر ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا عجیب ہے اور کچھ عجب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہے۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ الآیۃ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اوروں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث ثقہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے پس ان کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص ذرا ہٹ گیا پس عبداللہ نے فرمایا کہ قریب آ کر کھالے۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبداللہ نے فرمایا کہ قریب آ کر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح و رواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والوں نے عبداللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ مجھپر حرام ہے جب انھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اسمیں امام شافعی وغیرہ ان علماء کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے اس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اس نے خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اس نے التزام کیا اسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباسؓ نے فتویٰ دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ الآیۃ میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جسمیں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سدی رح سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہو اور یہی اعتدا ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون
(حد سے تجاوز کرنا ۱۲)
کے کفارہ ادا کرین - رواہ ابن جریر بطولہ - واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا - مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ
تنگی مت کرلو - اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا
چاہیئے مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری رح نے تعلیقاً ابن عمر رض کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و
تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت وحاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہے ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین
امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم - شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین
مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلئے ہے اور قلب کے لیے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس وبسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ
مین سے طیبات ولذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدۂ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ
تو وہ اُنس ونور بقا مین پگھلے جاتے ہین حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت ہی حلال ولذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس
ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہوگئی تو اب مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرو کیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہوگئی جیسے کنواری لڑکی
کو آموزینت وزیبایش بجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ
غذائین وعمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین - تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ
عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمرو - وابوذر غفاری وسالم مولی حذیفہ ومقداد بن الاسود وسلمان فارسی و
معقل بن مقرن - کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتین وخوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب
بن جانا یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور راہبون کا لباس اوڑھ ترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا
کہ البتہ تمھارے نفوس کا تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو - اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ
رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منھ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کر دیا کہ
جو لوگ اہل مقامات حال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً
طیباً - واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جائے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے
اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے - سہل رح نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد وجہد کرے اور
نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی
سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو مسبب حقیقی عز وجل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود امتحان
اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے بعض نے کہا کہ رزق الٰہی جو تجھکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجھکو ملا جسمین
حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا - شیخ اُستاذ نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذات مین سے
مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار
کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ - کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھا دے

اور اگر اس سے نیچا درجہ ہو تو اسکی یاد رکھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر رکھنا ارادت کی راہ مین حرام ہے۔ اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ حلال
وہ ہے کہ جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بصفت رضا و تسلیم حاصل کر لیوے اور حرام وہ ہے جو غیر کیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے
حاصل کر لینے کی کوشش کرتا ہے اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل
بے علم نہین حاصل ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہے وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہے قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور
زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیاء کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز
ولی نہین اور حدیث مین ہے کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا۔ فافہم۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

نہین پکڑتا تمکو اللہ تعالی تمہارے بے فائدہ تمہارے قسمون پر ولیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی۔ سو اس کا اُتارا ہے کھلانا دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والون کو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے تین دن کے۔ یہ

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اُتارا ہے تمہاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہے تم کو اللہ تعالی اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے باین معنی مربوط ہے کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کر لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا
کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کر لیا۔
پس اسکو یہ نہین چاہیئے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب ہے لیکن
یہ ربط بنابر قول ان فقہاء کے ہے جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالی
لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ط اللہ تعالی تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمہاری قسمون مین ہو یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمہاری قسمون
مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین۔ یمین لغو۔ یمین منعقدہ اور یمین غموس۔ پھر آیت مین فرمایا کہ
یمین لغو پر مواخذہ نہین ہے اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالی کی قسم کھا لینے مین مسادات کر لینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل
عموم قولہ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم۔ کے جو سورۂ بقرہ مین گذر چکی ہے ممنوع و منکر ہے۔ پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہے۔ عن سعید بن جبیر جو شخص
کہ حلال چیز پر قسم کھائے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد۔ دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھاوین۔ ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین
خریدونگا۔ عن ابراہیم النخعی۔ لغو یہ ہے کہ اپنے کلام مین حلف کو ملاوے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا۔ اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے
اور عمداً قسم نہین کھاتا ہے پس وہ لغو قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی نہین ہے۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ۔ اور بلے واللہ۔ بدون قصد
قسم کے اور بعض اہل التفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علماء سلف سے مروی ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ وہ
معصیت پر قسم ہے یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح
یہ ہے کہ بدون قصد کے جو قسم ہے وہی لغو ہے۔ بدلیل قولہ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان یعنی بتصمیم و قصد سے جو قسم کھائے اسپر مواخذہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ
احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہے اور جو تفسیر سلف سے مروی ہے اسکا محل یہی ہے اور یہ بعد اقوال صادق کے اسلم ہے اور اللہ تعالی اعلم۔ ولیکن مفسر سے طرح

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ و بلی واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرضہ ہو پس
مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہو۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہو کہ کسی کو غالب گمان یہ ہو کہ بات یوں ہی ہو پس اُسنے
کہا کہ بلی واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہو کہ یوں نہیں ہو تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہیں لازم آتا ہو بالجملہ لغو پر کفارہ نہیں ہو۔ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ
بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاَيْمَانَ ط ولیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عَقَدْتُمْ بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابوبکر
کی قراءۃ ہو اور باقیوں کی قراءۃ میں بتشدید قاف ہو اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عَاقَدْتُمْ روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہیں ولیکن جس پر تم عقد یمین
کر و اسکے مقابلہ میں مواخذہ ہو پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی ایمین داخل ہوگی اور
معنی یمین غموس کے یہ ہیں کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپئے دیئے ہیں اور
یہ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہیں دیئے ہیں تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت ہو لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہو اور امام ابوحنیفہ
وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہیں کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس میں ہو نہیں سکتی ہو پس یمین غموس ایمین
داخل نہیں ہو و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہو مکر و فریب و جھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لیتا ہو اور وہ
معقود نہیں اور نہ اسپر کفارہ ہو اور یہی جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہو اور شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہو کیونکہ مکتسب بقلب و معقود بخیر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہو
لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہو اور حقیقی حدیثیں کہ قسم کا کفارہ دینے میں وارد ہیں سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہیں اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہیں بلکہ یمین
غموس میں سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہو کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب
امام ابوحنیفہ رح کا ہو فَكَفَّارَتُهٗ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جاوے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہو لیکن لفظ یمین مؤنث ہو پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیئے
کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہو بایں معنی ہو کہ یمین بمعنی حلف ہو اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین چنان
ہے اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولیٰ ہو پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَهْلِيْكُمْ کھانا دینا دس مسکینوں کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال
میں ہو پھر اطعام میں آیا کھلانا ضرور ہو یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے میں ایک وقت ہو یا دونوں وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین
کوئی ہوں یا اسی شہر والے ہوں جہاں کا قسم کھانے والا ہو۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے
میں دونوں وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتویٰ کا یہی قول ہو اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہو کہ ایک ہی وقت
کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد
و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ گیہوں سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دلیوے اور ابن ابی حاتم نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہوں کا ایک مد دلیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے رو کھانہ دلیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت
و سعید بن المسیب و مجاہد و عطا و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہو اور شافعی رح نے
کہا کہ نبی صلعم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں سے ایک مد دلیوے اور دیگر طعام سے دو
مد دلیوے۔ پھر یہ شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہوں بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں
ہے جیسے کپڑے میں ہو۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اَوْ كِسْوَتُهُمْ یعنی یا دس مسکینوں کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہو تو مفسرین نے بنا بر

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہو جو کسوۃ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہبند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا ضرور ہے کہ جسمین نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو وے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہو۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہو اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اسواسطے تفرق منصوص ہو پھر تیسری بات بیان کی بقولہ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ یا آزاد کرنا ایک دہ کاف خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہو یا نہیں تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہاں اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہو کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل میں مسلمان ہونیکی قید منصوص ہو پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہو۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہو چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہو اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہو فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہو جبکہ طعام و لباس و بردہ میں سے کوئی نہ پاوے پس اسمین اتفاق ہو کہ اگر اشیاء مذکورۂ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب رہا یہ کہ تین دن پے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روز روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنابر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ پے درپے ہونا شرط نہیں ہو اور یہی امام مالک کا قول ہو اور امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأۃ مین فصیام ثلثۃ ایام متتابعات۔ آیا ہو اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأۃ منقول ہے اور یہ قرأۃ ایسی مشہور ہو کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہو یعنی اس قرأۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام۔ کے جو مطلق ہی پے درپے مراد ہونیکے معنی لئے جائینگے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے درپے معتبر نہیں رکھتے حالانکہ اسمین بھی ابی بن کعبؓ کی قرأۃ فعدۃ من ایام اخر متتابعات۔ مروی ہو تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہو اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی اور ظاہر ا ناسخ اُس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہو کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قرأۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں روا ہو تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُنپر وارد ہوتا ہو کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے میں قرأۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانہما سے حجت پکڑتے ہیں حالانکہ شاذ ہو پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہو واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہو کہ روایت دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہو نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری رتبہ رکھتا ہو جب تک وفاق ممکن ہو نسخ مرجوح ہوگا پس قرأۃ ابن مسعودؓ کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بعد تعین قرأۃ تتابع کے وہ حجت ہو واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی منصوص کر دیا کہ ان روزون میں پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہو اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات۔ پڑھتے تھے یہ واہ ابو العالیہ عن ابی بن کعبؓ حکاہا مجاہد و الشعبی و ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قرأۃ پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قرأۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر احد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہو پھر ابن مردویہ کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہو چاہے بردہ آزاد کر اور چاہے کپڑا دیدے اور چاہے کھانا کھلادے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِکَ ذلک کا اشارہ مذکور کی طرف ہو اسی واسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قرأۃ بصیغۂ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہو چنانچہ یہاں باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا بتاویل آنکہ ذلک المذکور۔ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

یہ جو مذکور ہوا تھا تمھاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اسمین حانث ہو جاؤ ۔ باین طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمداً توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہین پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نکرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتین کبھی نہین پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت مین قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمداً بلا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اسمین گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا ۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسمون کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہین بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ ایسی قسم کے بارہ مین ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگون کے درمیان اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ بقرہ کی آیت مین ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے ۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام کو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکرگزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اسمین تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمین یہ اوصاف ہون فتدبر ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہین شیطان کے سو اُن سے بچتے رہو شاید

تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم مین دشمنی اور بیر شراب سے اور جوے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے

عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے ۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا کھولکر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہین رکھتی حتی کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہون ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل و جان سے عزیز کرلو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنون کو بسبب اُن کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہین اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافرون کو ایمان و فروع مسائل دونون سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے اُن پر فروع احکام لازم ہون گے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان مین کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہین رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اُسپر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنابر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنابر قول دوم کے نہین مکروہ ہے اور یہی قول علماء حنفیہ رح ہے چنانچہ یہان بھی مومنون کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ خمر اور قمار اور بت اور قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہین سو تم اس جنس سے پرہیز کرو ف پھر اُن مین سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے ۔ واضح ہو کہ مفسر سیوطی رح نے کہا کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کرے اور صحیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہین ہے و صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہین ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر گذشت اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے

حرام ہین جبکہ نشہ ہو المیسر قمار ہے جو معروف ہے اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہے خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے
عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر امراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہون پس اُن کے بڑے
منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور کہا کہ شطرنج بدتر از نردشیر ہے اور نردشیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث
ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سونا۔ اور ایک روایت احمد مین ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی پیپ لہو اور
خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہو۔ عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المترجم
اسمین دلالت ہے کہ گوشت مین بڑھتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری وعین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرج رح پھلون و مال پر قداح
پھینکنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ مین گھڑی وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہے عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت
علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو نردشیر سے بھی بدتر ہے اور مالکؒ و ابوحنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کر دی ہے اور شافعیؒ نے مکروہ
کہا ہے۔ قال المترجم شرح مسلم مین مولوی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین کہدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح مسلم
مین کہا کہ صحیح قول شافعیؒ یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر بازی لگا کر
شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب عن ابن عباسؓ و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور
ذبح کرتے تھے اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین مذبوحہ پیش کرتے
پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور
مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہے لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جنسے
فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب بت وغیرہ الساہی ابن زیدؓ
سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مُراد کہ اسی کی زینت دینے و بہلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہین اور یہ مراد نہین کہ وہ خود اپنے ہاتھون کرتا ہے اور بعض نے
کہا کہ پہلے اس نے خود کیے پھر آدمیون نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع
ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اے فلاح پاؤ ان
محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف مین کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمین بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا از آنجملہ یہ کہ انما سے مصدر
کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہے اور از آنجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہے کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونون برابر ہین از آنجملہ یہ کہ اسکو رجس
فرمایا جیسے بتون کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ از آنجملہ یہ کہ دونون کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص
(بتون پلیدی سے پرہیز کرو ۱۲)
شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالی کی درگاہ مین ہو ہی نہین سکتا ہے از آنجملہ اُن کے ارتکاب سے اجتناب کرنیکا حکم دیا۔ از آنجملہ یہ اُن کے اجتناب سے فلاح
پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از آنجملہ یہ کہ جو وبال ان دونون سے پیدا ہوتا ہے وہ
آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خوارون و جواریون کے درمیان آپس مین ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے اور نیز جو نتیجہ ان دونون چیزون
کا اعمال آخرت مین ہے وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی مافی الکشاف۔ اور
اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگون کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ
حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بارہ مین اُتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہے پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

بعض نے نہین چھوڑا پھر نازل ہوا - قولہ - لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون الآیۃ - پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنھون نے نماز کے اوقات کے سوائے وقتون مین پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری - انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ پس بالکل حرام ہوگئی اور اس کی حرمت مین جو تشدید و تاکید ہے وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہین وجوہ وجوہ اوپر مذکور ہوئین اور احادیث صحیحہ مین اُس کے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر حتیٰ کہ اس پر بھی وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ مین ہے - بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانون کے سب فرقے اسپر اجماع و اتفاق رکھتے ہین کہ یہ حرام ہے - تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ مین بیان شافی بھیجدے پس سورۂ بقرہ کی آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ مین بیان شافی بھیجدے پھر سورۂ نساء کی آیت لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی بروقت حی علی الصلوٰة کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ مین ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلا کر اُن کو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے مین بیان شافی بھیجدے پس سورۂ مائدہ کی آیت انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلا کر اُن کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے - رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو وعلی بن المدینی - اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے مخصوص نہین ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین مین عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ اُنھون نے منبر پر خطبہ مین فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزون سے تھی - ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے - چہارم گیہون سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو - قال المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھین پانچ چیزون سے مخصوص نہین بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابو حنیفہ رح یعنی قطعی و ظنی ہے پس روا نہین ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ اس قدر سے مخامرت نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمین وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے - پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس مین اختلال ہوجاتا ہے جیسے افیون و بھنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابو داؤد مین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ للمترجم وغیرہ مین لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دے و توبہ کرے تو کمی کرنے تک کہ چھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہین ہے - یہی ابن حجر رح نے فتویٰ دیا - کما فی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت مین بہت کثرت سے احادیث ہین جنمین سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر مین وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح اسی آیہ کریمہ کی ہین پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت مین غور کرین کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ - پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدۂ ثواب فرمایا بقولہ لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پاؤ - ف حرف لعل جہان اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہین تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مقاصد دنیاوی و اُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر - شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ خمر و میسر مین تمھارے درمیان عداوت و کینہ ڈالے - ف یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم مین عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونون سے طرح طرح کے فتنہ و شر پیدا ہوتے ہین - پس ان دونون کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادین حاصل ہین ایک یہ کہ تم مین عداوت و بغض ڈلوا دے اور دوم کو یوقع پر عطف کرکے بیان فرمایا - ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰة - اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے - ف جبکہ تم شراب خواری

وجہ سے ہین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد آلہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب
اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو **ف** اور یہ
استفہام لفظ مین ہی اور مراد یہ کہ ۔ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار
ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہی کہ ابو طلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی
سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہوگئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ
پھر کسی نے شراب کو منہ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہا دے ۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب
بہتی تھی ۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اُسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے
بھی یہی فتوی دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہی کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہی اور اگر خود
سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو **ف**
نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے ۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منہ موڑا **ف** طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول
پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان پہونچا دے **ف** اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہی یعنی نہ مانو گے تو سزا پاؤ گے جیسے مانو گے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند
روزہ ہی اور آخرت باقی و دائم ہی **ف** فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا ۔
سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ اُن کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت
کے تعلیم سے آراستہ فرما دے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و احذروا ۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے
ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جو اوصاف ہین اُن کے ساتھ کسی حدوث و
معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و
ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب ہو ۔ **قال المترجم** بہت سے اکابر نے تصریح کردی ہی کہ عمل نیک کے
ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص نہ ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال
ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہی کہ رضائے حق عز و جل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ
طاعت آلہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ رہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہی اور ایک قسم کی پیچیدہ و
خفیہ ریاکاری ہوتی ہی وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسول مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمہارے نفوس کو
کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت
سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون
علی خطر عظیم ۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہی کہ وہان قدم مین حدوث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو
درحقیقت حادث ہی وہ اس گمان غلط مین پڑ جاتا ہے کہ مکر ازلی کا شیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ۔ اور
واسطی ؒ نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مدرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف آلہی بڑھتا جاوے **قال المترجم** عظمت وجلال آلہی غیر متناہی ہر ولیکن پردۂ پندار سے خواب غفلت ہر جیسے علم کی انتہا نہین ہی پس جسقدر علم مین کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی علامت علم ہر ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندگان کرام کی شان مین فرمایا وہم من خشیتہ ربہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہین اور حدیث مین ہر کہ انا اخشاکم اللہ یعنی تم مین سب سے زیادہ خوف آلہی عزوجل مجھپر طاری ہر۔ کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے تو درجۂ کمال سے گرجاؤگے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ اُن لوگون کا کیا حال ہوگا جنھون نے اُس کو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت ابن عباس مین ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابر رض مین ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا و اسناد اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے اور روایت احمد از ابن عباس رض مین ہر کہ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اُن ساتھیون کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے اور بخاری رح نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ اُحد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کچھ لوگون نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب کے سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات مین یہ ہر کہ یہود نے اور یہودی منافقون نے مومنون پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ کچھ بھی گناہ نہین ان بندون پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزین جو اُنھون نے کھائی ہون **ف** پس اسمین لیس حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کرکے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت مین جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہوگئی یعنی اس کے متعلق بالکل کوئی گناہ نہین ہر اور طعم کا استعمال کھانے مین ہر اور پینے کی چیز مین بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیے گا وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہر کہ سبب الیہ فقط سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہر چنانچہ مفسر سیوطی رح نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام ہونیسے پہلے جو کچھ اُنھون نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہین ہر بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہر پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نکرے تو ثواب ہر خواہ بروقت داعی موجود ہونیکے باز رہنے سے ثواب ہر یا عزم مصمم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ مین اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے غلبہ کے وہ فاسق ہر پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا تب تک جس نے اس کو کھایا اسپر گناہ نہین۔ إِذَا مَا اتَّقَوا جبکہ اُنھون نے تقویٰ کیا۔ **ف** ان چیزون سے جو حرام کی گئین اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا باین طور کہ حکم آلہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہین ہر تاکہ اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بعد وقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہے

جب طاعت میں ہو ورنہ نہیں بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان و تقوی ہے۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے و نیک کام کئے **ف** یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے نیک فرمائے ہیں اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجا لائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجا لائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقوی کیا اور ایمان لائے **ف** یعنی پھر ثابت رہے تقوی و ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کئے **ف** اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہے اور دوسرا تقوی اُسکے لوگوں کے درمیان ہے اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہے اور دوم از شبہات ہے اور سوم از بعض مباحات ہے تاکہ طبیعت و قلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہو اور دوم تقوی مع ایمان تصدیق کامل ہے جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبۂ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہے لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محسنین کو محبوب رکھتا ہے **ف** مفسرین نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کرنیوالوں کو یعنی شرع میں جو نیک کام جس طور پر مشروع ہیں اُنکے بجا لانیوالوں کو اللہ تعالیٰ ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہیں اور حق یہ ہے کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے لیکن یہ یقین ہے کہ جنکو اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہیں محسنین میں سے ہے۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی **ف** فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز پر جو بندوں کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندوں کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال میں لانے سے ماخوذ نہیں ہوتے ہیں جب تک اسمیں یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہوگئی اور سمجھدار کیلئے یہ لطیف اشارہ ہے اب میں اشارات کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے سردست مجھکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عز و جل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے تجرید و ترک و تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبۂ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی میں چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم آلہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہیں پہونچاتے ہیں کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزوں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع میں حکم ہے اور اسمیں سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہے قال المترجم۔ آیت میں استیناس ہے کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقوی پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد میں کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد میں وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرلے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والوں البتہ تمکو آزماوے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچیں تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دُکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والوں نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام میں اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم میں اسکو مارے جان کر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی میں سے وہ ٹھہرا دیں دو معتبر تمھارے کہ نیاز ہو پہونچا دے کعبہ تک یا

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتارا ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○

پھر کریگا اُس سے بدلہ لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسمین اختلاف ہی کہ خطاب کنکی لوگون کو ہی تو امام مالکؒ سے مروی ہی کہ ایسے لوگون کو خطاب ہی جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہین بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیختبرنکم اللہ۔ واللہ تمکو امتحان فرماویگا اللہ تعالی بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہی اے بشیء حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہی اور تنوین شیٔ کے تحقیر کیواسطے ہی اور صید مصدر بمعنی مفعول ہی یعنی ایسی چیز سے جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہی یعنی بعض صید ہی اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہی اور ظاہر کلام مفسرؒ اول وجہ پر دلالت کرتا ہی کیونکہ کہا اے بشیء یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تم کو امتحان فرماویگا۔ اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشیٔ خود نہایت توجہ کے لائق ہی پھر من الصید سے بیان نہایت موثر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشیٔ سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہی۔ پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض حجرگون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کرکے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون وخیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہؓ ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویساہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داود علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالی آویگا پھر اسی شیٔ کی جو صید ہی یہ صفت بیان کی کہ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ اُن کو پاوینگے تمھارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ وضعیف کو تمھارے ہاتھ پاجاوینگے جا ہو ہاتھ سے پکڑ لو۔ وَرِمَاحُكُمْ اور تمھارے نیزے ف یعنی بڑے صید توانا کو تمھارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مارلو۔ اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی مندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر ہاتھ و نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتلؒ سے مروی ہی کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالی نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالی اُن کو امتحان کریگا صیود بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھاوینگے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مارلینے پر یعنی آسانی سے شکار کرلینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کی جاوے گی لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالی جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالی جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہی وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہی یعنی اللہ تعالی اجل جلالہ کو نہین دیکھا ہی پس خوف کرکے شکار مارنے سے اجتناب کریگا اور مراد علم ظہور سے یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالی نے جاننا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہی وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دوسری پارہ مین بحث مفصل گذر چکی ہی اب دہرانا تطویل ہی پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہی اسواسطے مرتے دم جبکہ ہر کافر و بے ایمان کے سامنے عذاب ہر چیز مین شکار انکار کھلتا ہے کھل جاتی ہی تو اسوقت کا ایمان قبول نہین ہوتا ہی فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کرنیکے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اسکو دکھدینے والی مار ہوگی ف دنیا مین یا آخرت

ہین یا دونون جگہ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام مین شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو ایسی حالت مین مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اُسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اوّل مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہان۔ تو کہا مین اسکو کھاؤن۔ فرمایا کہ ہان۔ تو کہا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرمایا کہ ہان (ابوداؤد والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جاوے پھر صید عام ہے خشکی کے جانور ہون یا تری کے لیکن آگے کی آیت مین تصریح موجود ہے لہذا الصید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہین اور خشکی والے الصید عام ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہین اور جو نہین کھائے جاتے ہین اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہین ولیکن شافعیؒ کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہین کھائے جاتے ہین انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہین ہین اور جمہور علماء نے کہا کہ نہین بلکہ ان کو قتل کرنا بھی حرام ہے اور اسمین سے کچھ بھی مستثنیٰ نہین سوائے پانچ جانورون کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ مین مذکور ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہین ان کو حل و حرم مین قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مین مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہین جن کے قتل کرنے مین احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہین اور وہ غراب و چیل بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے مین کچھ شک نہین ہے اور اسمین اختلاف نہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ نسائی کی روایت حضرت عائشہؓ مین یون ہے کہ پانچ جانور ہین جنکو محرم قتل کرے سانپ و چوہا و چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہین ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہین کیونکہ روایت صحیحین مین لفظ عام ہے اسمین غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہین ہوسکتی ہے۔ پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا۔ اور مانند امام مالکؒ و احمدؒ کے بعض علماء نے کلب عقور مین بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہین کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندون کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہین اور ان لوگون نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق مین بد دعا کی تھی کہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب مین سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا مین اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگون نے کہا کہ اگر سوائے اُنکے لومڑی و سیاہ گوش وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچون کے ساتھ ان کے سپچے بھی لاحق کئے گئے ہین اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہین تو اُنکے نزدیک چھوٹے و بڑے مین کچھ فرق نہین ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحؒ نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور بھیڑیئے کو بھی قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونون کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اُس نے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہین ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندون کے قتل کی اجازت درصورت حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت مین مرد و عورتین سب شامل ہین کیونکہ محرم دونون پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرام الرجل بمعنی زمین حرم مین داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل مین موجود ہو پھر جو لوگ کہ حرم مین ہین خواہ وہ وہین رہتے ہین یا وہان چلے جاوین وہ بھی اسی حکم مین داخل ہین اگرچہ احرام باندھے نہ ہون اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونون مراد ہین حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام مین شکار کرنا منع ہے اور جب احرام مین نہو تو شکار کرسکتا ہے پھر جسنے حالت احرام مین شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یون بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ

تنبیہ

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزاء ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی نعم سے مثل مقتول کا تاوان ہے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمیں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہائیں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاء کو رفع ہے اور مبتدا مقدر ہے اے فجزاء ہو مثل ما قتل اور ایک قراءۃ میں باضافت ہے اے فجزاء مثل ما قتل۔ پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کر کے قتل کرے یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہوا اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطا کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمداً شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل ہوگیا یہ روا ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہاء جنمیں سے آئمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی فی حجورکم میں ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطا سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ زہری رح نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہؓ سے خطا سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے قال ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کردینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی ہے اور خطا میں ملامت نہیں ہے پھر رہا جزاء کا بیان تو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ یعنی مثل ما قتل من النعم اے شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے یعنی خلقت میں اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہووے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی اور ابن جریر رح نے حضرت ابن مسعود سے حکایت کیا کہ انھوں نے فجزاؤہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے اور یہی امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و جمہور فقہا کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثلی بسبب تفاوت فاحش کے پیدا نہیں ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوص اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر ہو ورنہ مثل معنوی ادا کر دے لہذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائے گا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے شترمرغ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ کے مارنے میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس در صورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہی ہے جو مذکور ہوا پھر شیخ رح نے لکھا اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہنچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔ پھر اس مثل ہونے کو دو عادلوں کی رائے پر محول فرمایا بقولہ یَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے۔ مفسر سیوطی رح نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کرلیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چوپایون مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے و عمرؓ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو
ابن عباس و عمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ ہے (رواہ ابن ابی شیبہ) اور نیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس و ابوعبیدہ
بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمرؓ و عبدالرحمن بن عوف نے ہرن [اونٹ ۱۲] کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالکؒ۔ اور ابن عباس و عمر بن الخطاب وغیرہ نے
کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ **قال المترجم** یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی
مشابہت ہے اور بنابر قول امام ابوحنیفہؒ کے معنی یہ ہونگے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین و لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوئے
تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے اسکو لینا اولیٰ ہوگا اگرچہ قول ابوحنیفہؒ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہے بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے
لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے درصورت
مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولیٰ ہے اور روا ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جائے یا نہ خریدا جاوے
پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے۔ چنانچہ کہا۔ **هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ** درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے **ف** پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے
جزا سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ **قال المفسر** بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے
مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہین ہے کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی
صفت ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفہ نہین
ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً
گرگرتا کو مارا یا چڑیا مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم
نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح
مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے
کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہے اگرچہ بعض جہت سے اولیٰ ہوگا
کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نوع بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہے اور ہمین شک نہین کہ
وہ لوگ اس نور بصیرت و تمیز مین اعلیٰ و اقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے وسعت رحمت ہے اور امام مالکؒ و ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ مین صحابہؓ سے
کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالکؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا
وہ مثل کیواسطے خود ایک حاکم نہین ہو سکتا اور نہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم و محکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعیؒ
و احمدؒ وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ **اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ** یا کفارہ طعام
مساکین ہے **ف** یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزا اوپر مذکور ہوئی اُسکا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اُسکو جزائے مذکور پر بھی
دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعیؒ کا ایک قول ہے ولیکن مفسر سیوطیؒ کے نزدیک مختار
قول دوم شافعیؒ ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہارپایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ
کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالکؒ و امام ابوحنیفہ و ان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمدؒ کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہے

پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابوحنیفہ رح و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی رح کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء تو فرضی ہے موجود نہیں ہے تاکہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیئے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی و امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور ابوحنیفہ رح و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک میں امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قراۃ میں کفارہ مضاف ہے طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی وہی ہیں جو قراۃ اولی کے ہیں پھر اللہ تعالی نے تیسرا اختیار دیا بقولہ اَوۡ عَدۡلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف اَو واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیئے۔ اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنابر قول امام ابوحنیفہ رح کے گیہوں سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اسمیں جسقدر مسکینوں کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزاء مشروع ہونے کا سبب فرمایا۔ لِيَذُوقَ وَبَالَ اَمۡرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے ولیکن یہاں مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شرارت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو حزن و اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ مسکینوں کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالی نے عفو کیا ف عطاء رح سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالی نے عفو فرمایا۔ وَمَنۡ عَادَ فَيَنۡتَقِمُ اللّٰهُ مِنۡهُ اور جو لوٹا اللہ تعالی اُس سے انتقام لیگا ف یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالی انتقام لیگا۔ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ یعنی او تعالی اپنے امور میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا۔ تو اللہ تعالی آخرت میں اُس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالی ایک گناہ کیا ہے ولیکن اسکو فدیہ دینا پڑیگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لیگا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزاء

دیوے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابو المعلی نے حسن بصری رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام مین عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہین اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑے جاوین آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ انتقام الٰہی کے بعد دنیا مین اسپر جزا کیون ہے تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا مین یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض مین جزاء مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزاء مذکور واجب ہونے سے مانع نہین ہے

پھر یہ سب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا اب بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُسکا کھانا فائدے کو تمھارے اور مسافرون کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام مین اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ

جمع ہوگے اللہ نے کیا ہے کعبہ جو گھر بزرگی کا ٹھہراؤ لوگون کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی نیاز کی اور گلے مین پٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کرنا اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر مین کروگے اور جو چھپا کر ۔

اُحِلَّ لَکُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگون کو ہے خواہ احرام مین ہون یا حلال ہون صَیْدُ الْبَحْرِ تمھارے لئے صید البحر حلال کیا گیا ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہین کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہان ہر وہ چیز ہے جسمین دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو ۔ اور ظاہر ہے کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کئے گئے ہین صید البحر کی تعریف مفسر سیوطی رح نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہین ہین کیونکہ بحر و بر دونون جگہ جیتے رہتے ہین اور اولیٰ یہ ہے کہ دریائی وہ جانور قرار دیئے جاوین جو پانی ہی مین زندہ رہتے ہین اور وہین انڈے بچے دیتے ہین اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوا اسکے پانی کے اور جگہ زندہ نہین رہتے ہین اور دوم وہ کہ پانی مین بھی جیتے ہین اور خشکی مین بھی زندہ رہتے ہین پس مفسر رح نے صید البحر انھین جانورون کو قرار دیا جو از قسم اول ہین وَطَعَامُہٗ اور طعام البحر حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابا عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابو ہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے ۔ اور ابن عباس سے ایک روایت مین و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات ہین اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ صید البحر وہ جانور ہین جو دریا سے شکار کئے جائین خواہ وہ کھائے جائین یا نہ کھائے جاوین پس اُحل لکم صید البحر کے یہ معنی ہین کہ دریائی جانورون کو شکار کرنا تم کو حلال ہے اسپر فرمایا وطعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکارون سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تمکو حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانوروں کو کھانا حلال ہوا - اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانوروں مین سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اترا وے وہ بھی حلال نہین ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابوبکر الصدیق و زید بن ثابت و عبداللہ بن عمرو و ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابوسلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے - وعن الصدیق رض طعام البحر سب جو اسمین ہے - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - قال المترجم ہو منقطع - اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مر جاوے - وعن ابی ہریرہ مرفوعًا و موقوفًا طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے - قولہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ - یعنی یہ حلال کر دیا تمہارے واسطے و مسافروں کیواسطے تمتع ہے ف - کہ تم حاضر ہونے کی حالت مین اس سے کھاؤ اور سفر مین مسافر لوگ اس سے زادراہ لیوین - سیارۃ جمع سیار بمعنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے مسافر لوگ - ابن کثیر رح نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور انپر ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور مین بھی انھین مین سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ مین ہمارے زادراہ فنا ہو گئے یعنی زادراہ نہ رہا پس ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زادراہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو مزود چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہمکو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہمکو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہین کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابوعبیدہ رض نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیاں کھڑی کی گئین پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اُسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم مین کئی طرق سے جابر رض سے مروی ہے اور بعض روایت مین ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہین اور بعض روایت مین ہے کہ ابوعبیدہ رض نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا - اور بعض روایات مین ہے کہ اس سے زادراہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کا رزق تھا اور اسمین سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمین سے کھایا - اور بعض روایات مین ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے - پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابوعبیدہ رض کو سردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روانہ کر دیا - اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر مین سفر کرتے ہین اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہین سو اگر اس سے وضو کرین تو پیاسے رہجاتے ہین بھلا سمندر کے پانی سے وضو کرین تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہور ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثناء نہین کیا اور بعض نے کچھوے و نہنگ کو مستثنی کیا اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ جو دریا مین مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب عموم قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابوہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رح نے حدیث ابوہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات مین سے شمار کیا ہے - وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام مین شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام مین ہو ف اور بری صیود وہ ہین جو خشکی مین جیتے ہین اور مفسر سیوطی رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہون جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رح کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہون یا نہ کھائے جاتے ہون سب کا شکار حالت احرام مین ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد مین مصرح ہی اور یہی امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ
کا مذہب ہی اور توضیح کلام یہ ہی کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہی پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان
دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہی اب رہا یہ کہ
دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالکؒ و ابوحنیفہؒ اور بنا بر یکی از دو قول شافعیؒ وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم
ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن وغیرہم کا ہی اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علماء کے
دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آویگی اور عطاءؒ سے مروی ہی کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اُسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے
پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالکؒ نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہی بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے بعد حد مارے جانے
سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اُسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن
و اصوب ہے اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا
ہو اور ابن عبد البرؒ نے یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ و ابوہریرہؓ و زبیر بن العوامؓ و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور
یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن **مترجم** نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابوحنیفہؒ سے اسکے خلاف پایا ہے۔ **قال** اور ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے
(جیسے کہ امام ابوحنیفہؒ بھی ہین ۱۲)
شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتویٰ دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطابؓ سے اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو مین
تیرے سر کو دُکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ **قال المترجم** لم یصح لسعید روایۃ عن عمرؓ عند المحدثین **قال**۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا
کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیۃ کریمہ کے اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البرؒ
نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالکؒ و شافعیؒ
و احمد و اسحٰق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن
جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابواء مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے
اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی
واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہؓ کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام
مین تھے اُنھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اُسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور
خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہی۔ **قال المترجم** یہی مذہب ابوحنیفہؒ ہے۔ **قال** اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ
خشکی کا شکار در حالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داود و النسائیؒ
و الشافعیؒ و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذیؒ نے کہا کہ مطلبؒ کا جابرؓ سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویب کی جاتی ہے۔
اثر عثمانؓ ہے کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا
یکسان حال نہین ہی یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہی **مترجم** کہتا ہے لیکن معلوم
ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو
مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف

حشر کیے جاؤ گے ف یعنی مآل کار بندون کا قطعاً موت ہی پس زندگی مین موافقت رکھین تاکہ ثواب و راحت پاوین اور مخالفت نہ کرین ورنہ عذاب و دکھ پاوینگے جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ کعبہ اس کا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کر دینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال مین سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہین اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اسمین قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندون کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بر تقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح۔ اور بیت درحقیقت وہ کہ چہار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمین بیتوتت نہ ہو یعنی اسمین کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا اور جعل یہان متعدی بدو مفعول ہے اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنی ایسا کر دیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ع جو سورۂ حج وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا۔ بالجملہ یہان دو مفعول ہین۔ اول کعبہ ہے اور دوسرا مفعول فرمایا قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بیت الحرام کو بندون کیواسطے قیام کر دیا ف اسے یقوم لہم امر دینہم بالحج الیہ و دنیاہم بامن داخلہ و عدم التعرض لہ و جبی ثمرات کل شیء الیہ یعنی اس خانۂ مکرم کے سبب مردون کے دین و دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہین پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہین کہ زبان سے انکا بیان نہین ہو سکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہین اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان امنا۔ جو اسمین گھس گیا وہ جب تک اسمین ہے کوئی اس سے تعرض نہین کر سکتا وہ امن مین ہو گیا۔ اور بقولہ یجبی الیہ ثمرات کل شیء ہر قسم کے پھل و پیداوار اس کی طرف لگ لیجاتے ہین اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان مین بندے جو قدرت کے قبضہ مین مسخر ہین ضرور یہ نعمتین وہان لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہین اور کھجور و پانی برسون کی غذا ہے اور کچھ مضرت نہین پہونچاتی۔ حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہین کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہان کچھ ضرر نہین ہوتا۔ ف قراءۃ قِیَمًا بلا الف۔ اور ابن عامر کی قراءۃ مین قیاما کی جگہ قیما بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہے قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ مین تعلیل نہین ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ مانند حول و عور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم دراصل قوم نہ تھا بلکہ یہ اصلی ہے اور اخفش نے کہا کہ اسمین تین لغات ہین۔ قیام و قوام و قیم اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کونہا قیاما للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کر دیا درحالیکہ وہ لوگون کیلئے قیام ہے۔ لیکن اول ارجح و اظہر ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا۔ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ ای وجعل الشہر الحرام قیاما لہم بامنہم القتال فیہا یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کر دیا کہ ان مہینون مین لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہین اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہین۔ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ای وجعل اللہ الہدی و القلائد قیاما لہم بامن صاحبہم من التعرض۔ یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندون کیلئے قیام کر دیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہین کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الھدی ولا القلائد ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربہم الآیہ کے تحت مین بیان ہو چکی ہے وہان رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس سے تعرض نہین کرتے تھے۔ ذٰلِکَ الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اسواسطے یہ سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانون مین ہے اور سب جو زمین مین ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمھارے نفع حاصل ہونے و مضرتین دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسمین قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہین اور زمانہ کی گردش سے ان مین کوئی تغیر نہین پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

تو آن کے دین و دنیا دونون کیواسطے نہایت خوبی وبھلائی ہے لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقہ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے ف یعنی کفر وشرک انکار وخلاف کرنے والون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری وطاعت وایمان لانیوالون کے حق مین مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم ہوپنچا دینا ف یعنی تم کو حکم الٰہی ہوپنچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمھارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر برے ہین تو عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسر رح نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہی اور ایک حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگارون کو مخفی فرما دیگا کہ تونے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرماوے گا مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہو کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف عرائس مین ہو کہ قوله جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور نور صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت وکبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظر مین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰؑ کو کوہ طور سے اور عیسیٰؑ کو صیصہ سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سیناء سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلہ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور وخیال واعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہوجاتا ہے پس اس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین۔ شبلی رح نے کہا کہ چشمہائے مردم کا امام کعبہ ہو اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام بایں معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک زائد ہی یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے مین بھی وہان اسے کثرت سے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عز وجل پر نظر رکھے اور بعض نے قوله قياما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج اور ٹیڑھا ہوگیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہوجاوے گا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جاکر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی وشرائع کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہو کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا خود ہی رد کردیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہورہے ہین

قُلۡ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ‌ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو۔ شاید تمھارا بھلا ہو۔

قُل لَّا يَسْتَوِي کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہین۔ الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ خبیث اور طیب ف خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیون مین مومن و کافر یکسان نہین ہین اللہ تعالی کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکسان نہین اور اچھی بات و بری بات برابر نہین بالجملہ جس چیز مین خبث ہو اور جو چیز طیب ہے وہ دونون مساوی نہین ہین بلکہ طیب ہی خوب ہے اور خبیث خراب ہے وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف یعنی اگرچہ نظر مین جو خبیث ہو وہ بسبب کثرت کے تجکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث ہی اسقدر کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ مین خوب پاکیزہ بہت کم ہین کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ لعل و موتی اگر کم ہین تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے اُن سے اچھے نہین ہو سکتے ہین اور اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالی کی تقدیر خلقت مین یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ بھلے کم ہون گے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہی یہان از راہ حکم کے معتبر ہے۔ پھر اعجبک مین خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولی یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تقوی الہی سے کھوٹ یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤگے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے بندون کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہین یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر مین آیا کہ ما قل وکفی خیر مما کثر والہی یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو مین ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم مین اپنی اسناد کے ساتھ ابو امامہ رض سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالی مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت مین اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسہ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا مین اُن کے سامنے منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر و ضلالت مین جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کرین بہت دنیاوی عروج مین کثرت سے ہون گے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھلا کیون نہ ہوتے پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالی اس دنیائے ملعونہ کو انہین لوگون کو دیگا جو ملعون ہین لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہ نے سب سلطنتین فتح کین تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ اُن کا زہد و تقوی تمام متواترات روایات مین ماثور ہے فاستقم واللہ تعالی ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقوی یہ نہین ہے کہ ذرا ذرا سی بات مین کرید کرکے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالی کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالی نے اپنے عادل بندون صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ پوچھ مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث مین ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

اے ایمان والون مت پوچھو بہت چیزین کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگین اور اگر پوچھوگے جس وقت قرآن اترتا ہے تو

تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ

کھولی جاوینگی اللہ نے اُن سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتین پوچھ چکے ہین ایک لوگ تم سے پہلے پھر ہو رہے اُن سے منکر ہوکے۔

لوگون نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کئے تو نازل ہوا قولہ تعالی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ اے ایمان والو چیزون کو مت پوچھو ف واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے پس لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابو حاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شئے کی جمع قرار دیا لیکن ان مفسرین باہم اختلاف ہے اور معنی یہ کہ جن چیزون کی ضرورت نہین ہے ان کو مت پوچھو إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائینگی تو تم کو ناخوشی دینگی ف بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہو۔ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر
تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھوگے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائینگی ف معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین
تم چیزون کو پوچھوگے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان سے بچو۔ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ
نے اس سے عفو کیا ف عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہو اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالیٰ نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا
اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہو جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے
متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً
کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے
حج کو پوچھا تھا۔ اور علیٰ ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ
اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ مقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہو کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی
نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاڑی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون
کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین
پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کر لیجاتے تو مابعد والے حتیٰ کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم مین پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی
اس امت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہو اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کر کے
اُنکو اپنے اوپر لازم مت کرلو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤگے اور خراب ہوگے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ اللہ تعالیٰ
غفور حلیم ہے ف بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور اُن کی بے ادبی پر انکو حلم سے جلد ماخوذ فرمانے والا نہین ہے۔ قَدْ سَأَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون
سے سوال کیا تھا۔ قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین ف یعنی اگلی اُمتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون
کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس اُن کے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور اُن کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا
كَافِرِينَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہوگئے ف باین طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی
کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کر لیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہوگئے۔ یہان سے
معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری رح نے اس بارہ مین باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ
ابن کثیرؒ نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالکؓ کہا کہ رسول اللہ
صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے
دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتیٰ کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو تب یہ آیت
نازل ہوئی۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیہ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی۔ وعن انس بن مالکؓ ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت
صلعم سے سوال کرنے شروع کئے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھوگے مین ضرور تم سے بیان
کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہو پس مین دائین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے
ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہو

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول
ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت دوزخ کی تصویر
میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی - رواہ ابن جریر والبخاری ومسلم اور ایک روایت میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ
تھا جب منبر پر آئے - اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن
ہوئے سے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا - رواہ ابن جریر باسناد جید
اور مرسل روایتیں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سدیؒ کی روایت قصہ میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا
جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا - عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے
بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لا تسئلوا
عن اشیاء الآیۃ - رواہ البخاری عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ
کیا ہر سال یہ واجب ہوا آپ خاموش ہو رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا
اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال
غریب - اور یہ معنی بروایت ابوہریرہؓ و ابو امامہؓ بھی مروی ہیں اور ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ فرمایا - اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب
ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا - تو یہ کفر مقابل
ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے اور ابو امامہ کی روایت میں مصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا - اور نیز اس میں ہے کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ
آگاہ ہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان میں کے ایسے سرکش لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوئے اور قسم ہے اللہ عز وجل کی کہ اگر
میں تمھارے لئے تمام وہ چیز جو روئے زمین پر ہے حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ بھر جگہ ان میں سے حرام کر دوں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑو گے - رواہ
ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں - اور نیز کہا کہ حدیث
میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہو گئی - لیکن اگر قرآن مجید میں مجمل
نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی - وقولہ عفا اللہ عنہا اے جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو
عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجھکو جبتک میں تم کو چھوڑے رکھوں
کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے - اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو
اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کیواسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو - اور حدیث
ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے - یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑو جبتک کہ میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اسکو
بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال
کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت
کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوتا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر ہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن مین مل جائیگا رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ و **قال المترجم** کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن اُنکو
نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق آلٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم کھلم کھلا صریح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس
اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب آلٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہے کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر
پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہے اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہے
فتامل و افہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قولہ لاتسئلوا عن اشیاء - یہ اشیاء وہی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام ہین - تو نہین
دیکھتا کہ آگے فرمایا ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا - اور عکرمہؒ نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے - رواہ
ابن جریر مراد عکرمہ کی یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرتے ہین جبکہ پورے کئے جاوین تو بعد اُسکے اگر کفر و انکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون
پر ہوا تھا و لیکن مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہے و لیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنیٰ تامل سے واضح
ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہو جن کی حاجت نہین اور فقط تکلیف کے
موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ اُمور دین و دنیا مین سے جن کی حاجت و ضرورت ہے اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے کہا - فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیث مین ہے جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو
آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا - قاتلہم اللہ الا سالوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط راستے
کیون کہا کہ تیمم نہین روا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کرلے پس ظاہر ہوا کہ ضروری اُمور مین سوال جائز ہے - فافہم - اگر کہا
جاوے کہ جب یہ بات ہے تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین و اُن کے احکام جمع کئے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین
ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ والون نے مداصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے
ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے
مجتہدون پر آسانی حاصل ہوگئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ اُنہون نے اس غرض کو برباد
کر کے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہے جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار
شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہے - نعوذ باللہ من الضلال **ف فی العرائس** - قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ
اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار و مکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت و کشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو
مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس اُن کی محرومی
اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہونگے اور اللہ تعالیٰ عز و جل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہے
کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات و ان کے قصص و حکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین - بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین
و اولیاء کے مقامات و درجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہے کہ تباہ ہو جاؤگے
شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب ادب ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کریگا تو وہ کمبخت قاسی القلب
ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک
حجاب مین پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت و عمل معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شریعت مین

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ مین خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی مین دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہین سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہین اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہین اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگون کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتین بنانیوالا سمجھتے ہین اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہین سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم مین گیا پھر عجب ہے کہ اسکو ولی جانتے ہین اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہین نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیآت اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہے کہ ظاہر و باطن مین سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون مشرکون بدعتیون روافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہین اور حکم آلٰہی و سنت رسالتپناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ

نہین ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

اللہ پر جھوٹ اور اُن مین بہتون کو عقل نہین اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

کی طرف کہین ہم کو کفایت ہے جسپر پایا ہے ہم نے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہون

شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

کچھ اور نہ راہ جانتے ہون۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ اے ماشرع اللہ نہین مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّٰی تجویز کیا یعنی نہین نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جو ان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہین بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہین بلکہ تشریعی ہے۔ شیخ ابوالسعود رح نے کہا کہ ماجعل یہان بمعنی ماشرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف ہین بحیرہ پر اور من زائدہ ہے بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشًا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السمٰوات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیامًا للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ مین ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ماصیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلاضرورت ہے علاوہ برین مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ مین من کی زیادت بغرض نفی مطلق بحیرہ ہے از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرۃ۔ ہین پھر بحیرہ بروزن نطیحہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے ان کے جسم مین علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھین اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھین اُن مین سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہین فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتین کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آئندہ جو روایات آئی ہین اُن مین تطبیق دینا آسان ہے۔ وَّلَا سَآئِبَةٍ اے سیبۃ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَّلَا وَصِيْلَةٍ اے وصل کی ہوئی اور وجہ اُسکے مابعد مین مذکور ہون گے۔

وَلَا حَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین رکھتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہین کیا۔ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانۂ جاہلیت والے اُن کو بنایا کرتے تھے **قال المفسر** بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کردیتے اور آدمیون مین سے اُسکو کوئی نہین دوہتا تھا **قال فی الکمالین** بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبید رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاتے اور وصیلہ وہ جوان اونٹنی جو پہلے بید مین مادہ جنی پھر دوسرے بید مین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کیواسطے اُنکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدون کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے اور حام وہ نر اونٹ ہے جو چند مخصوص جفتیان کھا چکا پھر جب وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے۔ وَلٰکِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیساکہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولیٰ ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ جو کافر مشرک ہوئے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین **ف** چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَاَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ اور ان مین سے بہتیرے سمجھتے نہین **ف** کہ یہ افترا ہے کیونکہ انھون نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری رح نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح و نسائی رح نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری رح نے ابوالیمان رح کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر سیوطی رح نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعید نے کہا کہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے اسکے مانند روایت کی۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح گھمائے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ مشابہ تجھ سے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر تحدیثا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ وقد رواہ عن ہناد عن عبیدۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعا بنحوہ او مثلہ ولیس ہذان الطریقان فی الکتب **قال المترجم** اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہے اور عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہے رواہ احمد یعنی انکے بوجھ سے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول معد بن ابراہیم علیہ السلام وہ مدلج بن کعب ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اُسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین **قال ابن کثیر** رح پس عمرو بن لحی رئیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین بت لایا اور لوگون کو اُن کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین **قال المترجم** اوپر کی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم مین بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بُت پرست گائے بکری وغیرہ جانورون سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ مین
جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام مین انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہان بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔
عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ بید جنتی تو پانچوین کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اُسکو فقط مرد کھاتے عورتین نہین اور اگر مادہ بچہ ہوتا
تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی رح نے کہا ناقہ جب پانچ بید مادہ مادہ جنتی تو اُونٹنی کو بحیرہ کرکے
حرام کردیتے تھے اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمین بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بید تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتوین بید پر
اگر بکرا یا دو بکرے جنتی تو بچہ ذبح کرکے مرد کھاتے اور عورتون پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بید مادہ جنتی جنمین نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑ دی
جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اُسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابو روق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز
کہین جاتا تو وہ نذر مین اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتوین بید
کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتون پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول مین ہوتے تو وصیلہ کردیتے۔ عن سعید بن المسیب رح وصیلہ اُونٹنی ہے
کہ پہلے بید پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اُسکا نام رکھتے کہ اُسنے دو مادہ کو ملادیا پس کان کاٹ کر بتون کے نام پر چھوڑ دیتے **وکذا قال مالک** رح
اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بید مین ہر بار دو بکریان جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردون کو حلال و عورتون پر حرام جانتے
تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمین مرد و عورتین شریک ہوجاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو
کذا قال ابو روق وقتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اُسکے بیٹے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی پس
اُسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اُس کے بال کاٹتے اور جاہے جسکی چراگاہ و حوض مین چلا جاتا کوئی اسکو منع نہین کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال
بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کے بیان مین وارد ہوئے ہین اور منشاء اُنکا یہی ہے کہ عرب والے مختلف خیالات وطرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات
رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ وگروہ آپس مین مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہین اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہین اور ابن ابی حاتم
نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پُرانے پھٹے دو کپڑے
میرے بدن پر تھے تو آپنے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ کون مال ہے مین نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام
باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والے بچہ
جنتے ہین مین نے کہا کہ ہان۔ تو فرمایا کہ ہان اونٹ تو یون ہی جنتے ہین پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمین سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ
ہین اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہین۔ مین نے کہا کہ جی ہان۔ فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے
واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب مین بعضے تو بتون کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ
کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام مین اختلاف رکھتے تھے۔ مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا یعنی اپنی ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے
کے قابل نہین لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک مین رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک مین دینا تو کچھ نہین ہے اور اگر تیمارداروں سے لیکر چرنے کو چھوڑے
تو وہ ملک سے خارج نہین ہوتی ہے پس باب الکراہیۃ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح
کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا تو حرام نہین ہوجاتا ولیکن یہ قسم ہوجاتی
ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان مشرکون سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو

اللہ تعالیٰ نے اُتاری ف یعنی قرآن کی پابندی کرو وَإِلَى الرَّسُولِ اور آؤ رسول کی طرف ف یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے۔ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ف یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ اے احسبہم ذلک و لو کان آباؤہم۔ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ کیا کافی ہو گی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف ف اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب و لانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدا تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی پیروی فرض اور وہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا اور رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بتاتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے رواہ الترمذی و صححہ پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا اور رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہٰذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب ائمہ و مدون و اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہٰذا ہر دیندار پر آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شرور فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے واللہ الموفق۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو ف مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو۔ پس انفسکم کو نصب بطریق اغرا ہے اور نحویوں نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہراً بعد حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی۔ مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہراً مضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغرا کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ نہین ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر رہو
ف اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہین ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر رہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین
کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھین و ثابت و قائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ وہ مضبوطی
کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔ اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسرین رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے
گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس
آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو
یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے
لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے
نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید
اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم
کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگادی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا
کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر
بمعروف و نہی از منکر نہایت ضروری و واجب و فرض ہے اگر اسکو چھوڑیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث
دلالت کرتی ہین پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر
دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجایش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ
حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے
روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اُسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ اور البتہ تمہارے
پیچھے ایسے دن آنیوالے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب
ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا اُن مین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب
ملیگا۔ **قال المترجم** اب وہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن اندازہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے
نہین ہوئے ہین اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز نہ رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رضؓ سے روایت
ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ تم کہان پہونچے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ
اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیت اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس
بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا
علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضروری نہین ہے حالانکہ
مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنی سمجھایا اور نہ منع کیا تو قریب ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر بمعروف و نہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالی کا عذاب پہونچے گا - رواہ
الدارقطنی وابن حبان و احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی وابوداؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ
ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو
کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین - پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے
کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ
مومنون نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد و حسد و کینہ نہ تھا اور یہ بات
اُن کی باہمی جھگڑون کے خیال سے لغو ست سمجھو بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہو اور دل منور نہ ہو اسکی بحث مت
کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انمین دلی حقد و حسد نہین ہے فاتفکروا یا اولی الالباب واللہ الملہم للصواب
پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عام مضرت اور مسلمانون کی ہدایت و اپنون کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ
بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے - ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے
لیکن قریب ہے ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت
قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو - ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو
ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو اُن کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر
ہوا تو آپنے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسی بن مریم جب تک نہین اُترینگے تب تک نہ آویگا - اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے
قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو
ایک دوسرے کی طرف اُٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اُٹھکر اُن کو امر معروف و نہی از منکر کی فہمایش نکرون تو
دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالی قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ - سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہر اے شخص
اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اُترا جب اُترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ اُن کی تاویل تو اُترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین
کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اُن کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ
آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایکدوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل
اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی - رواہ ابن جریر - ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کیلیے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ
صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچا دین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام
کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی - رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے ابومازن رح سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی
ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو اُن مین سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے - رواہ ابن جریر
اور جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور اُنھون نے امر بمعروف و نہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالی
نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لایضرکم من ضل الآیۃ - تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی سمجھ کر اس کی
مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے - مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اُٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کمسن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہین معلوم اور نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال و اسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہین کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد اللہ کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہین کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجھکو کچھ مضر نہین ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم یعنی ہو مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کردو۔ پھر لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولی و اصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجا لاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ مضر نہین ہے۔ ابن المبارکؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپسمین ایک دوسرے کو نصیحت کرو پس اس آیت مین امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یہ معنی اس آیت مین بہت جید و قوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین در حقیقت کچھ اختلاف نہین ہے فلیتامل۔ الی اللہ مرجعکم جمیعًا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے ف یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک جھگڑے مین فیصلہ ہے۔ فینبئکم بما کنتم تعملون پس تم کو تمھارے اعمال سے آگاہ کریگا ف حتی کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کرنیوالا خود آگاہ نہین ہوا اور محصول اسکا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائیگا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہین جانتا ہے پس جو حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا باین گمان کہ نہین بنتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا قصور و فتور ہے پس اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہین لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ مین ایک لطیفہ ہے کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو۔ اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا دعوی کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی سے دعوی کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانوگے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائیگا اسی واسطے معروف ہوا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور جس نے او تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کافر و مکار کا مکر و فریب ٹیڑھی راہ نہین لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق مین اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہین فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہیں اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین میں دفن کرتا جاتا ہے تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ میں دفن کرتا ہے تو اسکا قلب زیر عرش پہونچ جاتا ہے ۔ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا ۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے ۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی میں مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا ۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کر لے ۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح کرنے میں اور اُس کے عیبون کے دور کرنے میں مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان میں گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ۔ ورنہ وہ تجھکو بلا میں ڈالکر ہلاک کر دیگا ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ میں شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق سری بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے فلیتفکر ۔ اور جب نفس سے ادائے امانت واستقامت ہے اور بخل وخود رائی نہین تو زمین عدل سے معمور ہے لہذا فرمایا ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ

اے ایمان والون گواہ تمھارے اندر جب ہو پہنچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ

معتبر چاہین تم مین سے یا دو اور ہون تمھارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر ہو پہنچے تم پر مصیبت موت کی ۔

تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ

دو نون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے

ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ۞ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ

قرابت ہو ۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین ۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دو نون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت

الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا

نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم

لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۞ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن

بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری

تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۞ ع ۱۴

اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علماء معانی کے نزدیک از راہ اعراب ومعنی وتفسیر وحکم کے بہت مشکل ہین ۔ کذا ذکرہ القرطبی ۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم ہین وہ چار جزو سے زیادہ میں بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علماء معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین از راہ اعراب ونظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین ح

نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت میں بانی علم والے
بندے وقت میں آگئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہے کہ اُسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم
لیکر پابندی کرتے ہیں اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہیں اُسیقدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل
ہوتے ہیں والحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کلام مستانف متعلق باموردنیا مربوط باموراٰخرت ہے اسلئے
کہ کوئی امر دنیاوی نہیں جو مومن کے حق میں ثواب کا مورث نہ ہوئے اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یاایہا الذین آمنوا فرمایا۔ شَھَادَۃُ
بَیْنِکُمْ چاہیے کہ گواہ ہو جاویں تمہارے درمیان میں پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہے کیونکہ ظرف ہے مانند قولہ ہذا
فراق بینی وبینک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل میں شہادۃ ما بینکم تھا مانند ہذا فراق ما بینی ۔ کے۔ اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہاں بمعنی وصیت ہے
اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفالؒ
نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر دادن کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلیے کسی دوسرے
شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ میں مشرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور منشاء اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ
اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنَانِ یعنی شہادت تمہارے درمیان میں جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور
اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہیں تو جواب آنکہ شہادۃ بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہو دیں دو شخص کما قال الشیخ المفسرؒ اور بعض نے کہا کہ ذوا الشہادۃ اثنان یعنی
گواہ ہو جانیوالے دو ہیں یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یعنی گواہی تمہارے درمیان دو مردوں کی گواہی ہے اور حین بدل از اذا ہے یا حضر کا ظرف ہے۔ اور بدل کی
تقویت کی گئی بنابرینکہ اسمیں تنبیہ ہے کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمیں سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ متعذر
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان یہ وصیت پوری کر دے۔
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مردوں کو پھر دونوں کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنی دونوں تم میں
سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنوں میں سے ہوں۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ
سے ہوں۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب میں سے ہوں کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے
ہمدرد خیرخواہ و اصلاح کرنیوالے ہوں گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والوں میں سے
ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ہاں بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے
کہ انمیں سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً بتجارت کفرستان میں گیا لہذا اہل کفر ہی وہاں ملیں گے یا ساتھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ
غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ۝
شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباسؓ ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل
مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوئے کہ یا شاہد ہوں دو مرد تمہارے غیر سے یعنی تمہاری ملت اسلام کے سوائے
غیر ملت سے دو مرد گواہ کر لو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین
ظاہر یہ ہے کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہے اور معنی یہ ہیں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل

گواہ ہوں اگر تم میں سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت میں اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمہارے غیر ملت ہوں اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت میں ہے یعنی آنکہ یوں شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہاں مصیبت موت پیش آئی۔ **قال المترجم** مفسر رح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ میں معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر بھی روا ہیں کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاق موت آنے میں ذوا عدل منکم [1] پائے نہ جاویں۔ تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ ان کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہیں ہے لہذا اگر شک ہے تو ان سے قسم لے لی جاوے۔ **قال ابن کثیر رح** اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم۔ کہا کہ غیر مسلمین میں سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبدالرحمٰن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہوں یعنی وصیت کرنیوالے کی قوم و قبیلہ سے ہوں ابن کثیر نے کہا کہ بنا بر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہوں **قال المترجم** قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافروں کی مطلقاً شہادت یا کافروں میں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ میں ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق میں روا ہونا ثابت نہیں ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عام جواز کی تخصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہیں کہ کافروں سے ہوں بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہوں گے بدلیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیر یکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت میں کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ بھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافروں میں سے دو مرد وصی کر لو پس وہ محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت میں تامل ہے۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ قولہ و آخران من غیرکم اے من غیر قبیلۃ الوصی سکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان انتم ضربتم فی الارض۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں فاصابتکم مصیبۃ الموت پھر وہاں تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس مومنوں کے نہ ملنے کے وقت ذمیوں و کافروں کا گواہ کر لینا انھیں دونوں شرطوں سے جائز قرار پایا ایک یہ کہ ایسے سفر میں ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت میں ہو اور شریح قاضی رحمۃ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش رح نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے شریح سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گواہی نہیں جائز ہے مگر سفر میں اور اسمیں بھی نہیں جائز ہے مگر فقط وصیت میں رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ بمثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ **قال ابن کثیر رح** امام احمد رح اس مسئلہ میں منفرد ہیں اور باقی تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ رح و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیوں کی گواہی مسلمانوں پر نہیں جائز ہے ہاں امام ابو حنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر گواہی دیں تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہیں تو جواب میں دو وجوہ ہیں۔ الاوّل معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہوں زہری رح نے کہا کہ سنت میں یہ بات مقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہیں روا ہے نہ حضر میں اور نہ سفر میں اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی میں ہے لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہیں عائد ہوتی ہے اور یہاں قسم مذکور ہے۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے **قال ابن کثیر رح** شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اسمیں علماء کے دو قول ہیں محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اس آیت میں ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اپنے مال لیکر سفر کیا اور وہاں

[1] تم میں سے دو عادل ۱۲

اُسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع **قال المترجم**
اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے معاد لعد آیت کریمہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم
کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر دو ہی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں
وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بدّا سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریرؒ
نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام
پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہو سکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور اسمیں وہ امور پیدا ہوئے
جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجائیگی۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ
ہے جیسا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعوی
نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی موئد جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت
سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے۔ اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہیں اور تم نے
مسلمانوں کے سوائے کسی اور ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے پس اگر ترکہ پورا بلا بدون شک
شبہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن
عباسؓ و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو اس میں
جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف
و اجتناب کرتے تھے اور زہریؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور **سدی**ؒ نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا
جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ
یعنی ارتبتم فیہما فیقولان بعد الصلوٰۃ و یقسمان۔ حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہ [illegible]
دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد کے عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ
شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا
ہے نہیں چھپا دینگے اور اگر ہم اسکو چھپا دیں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ کے اشارہ سے ابن عباسؓ و غیرہم نے
کہا ہے کہ آخران من غیرکم سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے۔ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا یعنی پھر اگر دونوں
گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو
گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں
پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونوں نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی۔ فَاٰخَرٰنِ
یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں
دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الوصیۃ وہم الورثۃ یعنی وے دونوں ان لوگوں میں

مین سے ہون جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث ہون تو بیان فرمایا۔ الْاَوْلَیٰنِ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ ان مین سے ہر ایک میت موصی کیساتھ ناتے مین اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے۔ وفی قراۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قراۃ مین جو غیر مشہور ہے بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجائے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ اُن سے قسم لی جاوے۔ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ۔ پس وہ دونون قسم کھائین اللہ تعالیٰ کی ف۔ کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونون کی قسم کے ف۔ یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونون کے سچی ہے۔ وَمَا اعْتَدَيْنَا۔ اور ہم نے اعتدا نہین کیا۔ ف۔ یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ روی البخاری ان رجلا من بنی سھم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السھمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجدا الجام بمکۃ فقال اشتریناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السھمی فحلفا وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام ودفعا الی اہلہ ما بقی مفسرؒ نے اس آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کرکے بیان کر دیئے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسرؒ نے معنی بیان کئے وہ توضیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جب مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیئے کہ گواہ کرے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ واتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اُس کے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہوا اور وارث دعویٰ کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس زعم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ چیز دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیئے کہ ان دونون سے قسم لی جاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فیقسمان باللہ لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ ولا نکتم شہادۃ اللہ انا اذا لمن الآثمین۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہو مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعویٰ کیا کہ میت نے ہم کو ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خریدی ہے اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ اُن دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاوین قال المترجم۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہے کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے اس وقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مدینہ مین رکن و مقام کے درمیان کھڑا کرکے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مانند اللہ وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے۔ پھر آگے مفسرؒ نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہے یون جواب دیا کہ آیت مین موت کے ورود ہو جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہے

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت و احادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مستقر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ
بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاوی حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و
پرہیزگاری بتانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اُس سے قسم لی جائے اور بعض مفسرین نے
کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ
(مدعی نے یا مدعا علیہ نے ۱۲)
واشھدوا ذوا عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف
تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسی واسطے
کہ وہ وقت بڑی برکت و جماعت کا باہر قوم و ملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے
سب سے قریب اور ثوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی
کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علما سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول
یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ و ابن مردویہ و ابن جریر و ابن المنذر و طبرانی و نحاس و ترمذی و بخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک
شخص سفر کو نکلا تمیم الداریؓ و عدی بن بدار کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے۔ پھر سہمی ایسے شہر میں مرگیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی
(یعنی ملک شام میں ۱۲)
نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال
تھا جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا) پس اُس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے
کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پایا گیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے
کہا کہ ہم نے تمیم و عدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انھما استحقا اثما الآیہ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے
ہوئے اور اُنھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس
(مشہور صحابی ۱۲)
مرد میت کے اقرب وارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سفر میں مرض میں ہوکر تمیم و عدی کو اپنا وصی مقرر کیا
تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا بہت
قال المترجم ابن عباسؓ نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بدا کے اور ہم دونوں
نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت
لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان
دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب
ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اُسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے
بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے
سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم
نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلا دیں الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی و ابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر
میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہے لیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمین بیان ہے کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ ان مین مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسیٰ اشعری کے زمانہ مین کوفہ مین واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسمین مذکور ہے کہ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہونے کے بعد پھر نہین ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونون وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہین کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اُسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰؓ سے روایت کیا اور دونون اسناد صحیح ہین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لادے۔ **قال المترجم** تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے کتاب الاشراط صحیح مسلم مین مروی ہے ولیکن اُنکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہے مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہین ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضاء ابو موسیٰؓ مین ابن عباسؓ سے ہے کہ ابو موسیٰؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونون نصرانیون سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونون آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے ہین آپ ان دونون سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجیئے۔ **قال المترجم** شاید ابو موسیٰؓ نے اسکو نہین مانا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہے عن ابراہیم النخعی و سعید بن جبیر ان دونون نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانون مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب مین سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونون ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کرین تو دونون کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کو متہم سمجھین تو نماز عصر کے بعد دونون سے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا رواہ ابن جریرؒ۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثون نے دونون کی گواہی مین شک کیا تو دونون سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہون کہ دونون کافرون نے اپنی گواہی مین جھوٹ بولا تو اولیاء مین سے دو مرد کھڑے ہون اور قسم کھاوین کہ واللہ دونون کافرون کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہین کیا پس کافرون کی شہادت رد کردیجائے گی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ وہکذا روی العوفی ایضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و سلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے ف یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ درصورت خیانت کے وارثون سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنابر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونون وصی (بنابر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کردین اسمین کچھ تحریف وکچھ خیانت نہ کرین۔ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ یا خوف کرین کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثون کی طرف۔ حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثون کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

ف بعض لوگ نماز عصر کے بعد وظیفہ و ذکر کا یہ دن مین مشغول رہتے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ [illegible] بعد عصر کے [illegible] معصیت [illegible] زیادہ [illegible] بات بدون [illegible] عصر کے [illegible] بیان [illegible]

یا تو سچ بولنا اختیار کریا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا۔ او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانہم علی الورثۃ المدعین فیحلفون علی خیانتہم وکذبہم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہر اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ اُن کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجائے گی قسم وارثوں کی طرف جو اُن کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالیں گے تو یہ ناحق فضیحت ہوں گے اور مال بھی پھیر دینا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف او کے کیا معنی ہیں تو میں کہونگا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہر اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دونوں نصرانیوں پر دعوی کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور اُن کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعوی کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں بقولہ فان اطلع علی امارۃ تکذبہما فادعیا افعالہ، سے وصی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہر از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سبکو بھی چھوڑو۔ وَاسْمَعُوْا۔ اور سنو۔ ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود و پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھریگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔ اللہ تعالی راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لا یہدی ہے۔

یَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جاننا

يَوْمَ يَجْمَعُ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالی جمع کریگا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہر اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالی سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کر دے اور نصیحت کر دے کہ یاد کریں وہ دن کہ جسمیں اللہ تعالی جمع کریگا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہر فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ پھر فرمادیگا اللہ تعالی تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالی قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادیگا کہ وہ کیا جواب ہر جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ او تعالی علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی زمانہ جہالت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور توب دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اسپر حجت قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہر اور ذا بمعنی الذی ہر اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب با جبتم ہے۔ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہر کہ یہ امر یقینی ہر اور پہلے یجمع و یقول فرمایا کہ اہل دنیا میں اس کی تاویل کے منتظر نہ ہوں۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی ہر چھپی بات جاننا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دلوں میں

چھپا یا جس کو ہم نہین جانتے ہین غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونون معنی مین آتا ہے و در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہین تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔
اس سے پوشیدہ کہان لیکن مراد یہ کہ جو بندون کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جنت و
دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہین وہ بھی او تعالیٰ جانتا ہے
اور کسی بندہ پر یہ صادق نہین ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہان مرے گا
کوئی قطعی و یقینی طور پر نہین جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھون نے یہ کیونکر
کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اجبتم مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس
قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت مین ان کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع
ان کو اس کا کلیۃً علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہو الا اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہین کہ
ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا مین بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً
نہین ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہے ہمارا علم کچھ علم نہین۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ رسولون کو
یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب مین پڑینگے اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا عالم دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر
جہل نہین اور حلیم ہو کہ وہان سفہ کا نام نہین اور عادل ہو کہ وہان ظلم کو دخل نہین تو انھون نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل
اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہو تو انھون نے ادب اسی مین دیکھا کہ سکوت کرین اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کرین
اور اسی کے عدل پر چھوڑین پس کہا کہ لا علم لنا۔ اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہین جو انھون نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح
جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم ان کی بابت ایسا نہین جیسا تیرا علم ہے اور مفسر رح نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم
یشہدون علی اممہم لما یسکنون۔ یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہون گے پس یہ حال
اس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل ڈوبے ہوئے ہون گے پس ان سے یہ علم
جاتا رہیگا کہ ان کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھون نے ایسا اور ایسا
کیا اور یہی جواب صحیح وہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی رح نے کہا کہ رسولون سے یہ قول بسبب
ہول روز قیامت کے ہوگا عبد الرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب او تعالیٰ جل جلالہ فرمادیگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے
عرض کرینگے کہ لا علم لنا۔ اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہین۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ
الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام مین ہون گے کہ وہان عقلون کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوین گے تو کہین گے
کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام مین اتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم۔ اے تمھارے بعد
انھون نے کیا کام کیے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتین نکالین تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من
طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عز و جل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم
کیا ہے کچھ نہین تو ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان تین اقوال مین سے شیخ ابن جریر نے اپنی تفسیر

قول کو اختیار کیا اور اس مین شک نہین کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ او تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو در حقیقت علم ہے ہمارا کچھ علم نہین یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہین ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا کچھ نہین ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہین کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہین کہ لفظ مین بندون پر بھی اطلاق ہوتے ہین جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف ہین جسکو اہل الحق یون تعبیر کرتے ہین کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ مین ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے لہذا اس عبارت مین تعبیر کرتے ہین اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب مین اس کی شان پر حقیقت مین صادق ہین اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ پس لاعلم لنا ہر طرح سچ ہے اسمین دروغ کو دخل ہی نہین ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لاعلم لنا دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمین ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلم وہ ہے جو مجاہد و سدی و حسن وغیرہ سے بربنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت مین بسبب ہول و فزع کے ایسا کہین گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہین۔ کما قال تعالیٰ۔ لایحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہین ہے اور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہین اُن کو رضاء حق سے محرومی نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ رسل علیہم السلام اُس دن بہت دہشت مین ہون گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال آلہی عزوجل کے سوائے ایک رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپکے خصوصیات مین سے ہے فلیتفکر ثم اشکر والحمد للہ رب العالمین ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیۃ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندون کی ارواح کو مواقع و اوقات ہین سو حالت حیات مین جبتک دائرہ دہر و حدوث مین گرفتاری ہے ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہے پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی او ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت مین کہ دن وہ زمانہ وہان آخر ہے تو سب خالص بندے مرسلین نبیین و ملائکہ جمع کئے جائین گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے تو عارفین وہان جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہون گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہان کے مُردے وہان زندہ ہین تو وہ ہمیشہ وہان میدان سرور مین نور کے گھوڑون پر سوار درگاہ اُنس مین خوشحال جاوینگے اور وہان مقامات بہت ہین پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان نابود بندون کیلئے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرمادیگا۔ اور ایک مقام مین اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدث نہ جو کچھ اسمین ہے سب کچھ عزت و قدم مین مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہونگے اور کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہون گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عاری سا کر دیا کہ ربوبیت مین عبودیت عاجز ہے اور قدم مین حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب دنیاوی سے معلوم ہوچکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرا دیا اور یہ علم صادق وہ ہے کہ خبر اُسمین مطابق معائنہ ہے اور یہ نہین کہ عرفان کے لئے اور کافرون کے خذلان کیلئے

ہے ورنہ او تعالی شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے
اور یہان علم وجہل سکی مخلوق ہین معنی آنکہ ظہور انکا معانی ہین اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا اعدام داخل قدرت ہین یا نہین مترجم
کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے
سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہوتے اور کتاب الٰہی وسنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام۔ واضح ہو
کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد
ہے اور ہم کو اسکا علم نہین جو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے پھر جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے
اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب
اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا۔ اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہین کہ انک انت علام
الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود غیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے موکد کیا
حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم۔ قال الشیخ۔ اور ہرگاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و ازخود رفتہ ہوگئے تو ارواح و پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن
اشباح و صوتین مضمحل و ازخود رفتہ ہوگئین اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کرسکین یہ سبب رعب و دبدبہ خطاب
حضرت رب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو اُن کو جواب دیئے تھے وہ حضرت او تعالی کی عظمت و جلال کے حضور مین
اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ اُن کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل
رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کر چکے ہین پھر بندگان
خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہوسکے تو انھون نے علم الٰہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر توجیہ
ایسے شخص کے سامنے جو اُس کو نہ جانے روا نہ ہوگا۔ فافہم۔ قال الشیخ اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب
تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو اس کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے
بولے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہوگئین۔ اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو
کیونکہ او تعالی دانا تر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اُٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے
ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ
تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے
کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مرجاتے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین اور ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب ان پر ظہور حق تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول
گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب ملا اسسے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اُسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے۔ فافہم

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ

وقف لازم

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے۔ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی مان پر جب مدد کی مین نے تجکو روح پاک سے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ

تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ

اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا اُس مین تو ہو جاتا

طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا مان کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیان تو کہنے لگے جو کافر تھے

مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا

اُن مین اور کچھ نہین یہ جادو ہے صریح اور جب مین نے دل مین ڈالا حواریون کے کہ یقین لاؤ مجھ پر

بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولون سے ان لوگون کے جواب کی نسبت جو اُنھون نے رسولون کو دیا سوال کرنے سے ان لوگون کو توبیخ کیا بعد ازان اُس آیات ومعجزات کو جو اپنے رسولون کو عطا فرمائے بیان کرکے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات ومعجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگون مین سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے اور یہ یاددہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بینی کرین اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت مین واقع ہوگا یعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہین کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرنے لگے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے دین کھڑے ہوتے ہین اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و اُن کی والدہ کے اصلی حالات مقدمہ و تمہید ہے آئندہ کلام کی اور وہ قوله انت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات مین جو عیسیٰ علیہ السلام و اُن کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور اُن کی دعا سے پیروی کرنے والون پر فضل ہوا اور نافرمانون پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت مین اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور ان کے بارہ مین افراط و تفریط کرنے والون کو ملامت و سرزنش کرنے کو یون خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکر گزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال مین یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس وہ ناہنجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہو اور نیز وہ قوم جو اس کو آلہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولون کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اُس کو رسول کیا اور اُس کی مان کو پاک بندی عبادت کرنیوالی و اس زمانہ کی تمام عورتون سے برگزیدہ دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ جبکہ مین نے تجھکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل ؑ سے ف اور قدس بمعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان مین مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبریل
علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف
یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین وکہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین - حاصل آنکہ
مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن و جوانی مین - چنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی
گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ - یعنی مین اللہ تعالیٰ کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے
حالانکہ اسوقت تک انجیل اُتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا - اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان و معجزہ ہے
اور حالت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا -
بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین
کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا - کما قال المفسر یفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران - کیونکہ وہ سن
کہولت سے پہلے آسمان کو اُٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اُتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا
بلکہ اُترینگے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوینگے اور مسلمان انکے
جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے - یہان سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و
کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار و اخبار مروی ہین وہ مفصل ایک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت
عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتی کہ اُسی سے نصاری نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ راہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی
حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے
اور اسی سے اُن کی حالت خراب ہے - تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال -
بالجملہ او تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کہولت مین اُن کی یکسان باتین
ہین اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے
اُٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اُتارے جاوینگے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب ؒ اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا
کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اُٹھایا جانا مذکور ہوا ہے ولیکن شیخ ابن
کثیر ؒ نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اُٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقا - اور بربنائے روایت حاکم و قول
شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین اتیان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا
کہ طفولیت و کہولت مین اُنکا باتین کرنا متحقق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰ ع نے طفولیت و مہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انی عبد اللہ
آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف **فتح البیان** نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اُن سے
پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر **جلال الدین**
سیوطی ؒ وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ
زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے - فافہم - اور ابو موسیٰ اشعری رض سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

و اُن کی اُمتیں بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرماکر اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر
نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ پھر فرماویگا ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار
میں نے نہیں کہا اور اگر میں نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہیں گے کہ ہاں اس نے ہم کو یہی
حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام اس میں یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہوکر نصاریٰ کو صلیب آگے کردی جائیگی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاوینگے۔ رواہ ابن ابی
حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور جب سکھائیں میں نے
تجھکو کتاب اور پکی باتیں ف۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم
اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ اور تورات اور انجیل ف۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب الٰہی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی
تھی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث میں بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنا بر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد
ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب اسکے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان دونوں کتابوں سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑتے
کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل میں جو ملحقات حواریین ہیں انمیں
یہ بات مصرح ہے۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے
حکم سے ف۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیأت کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہاں تصویر بنانے کے معنی میں ہے اور پیدا کردینے کے معنی میں نہیں
ہوسکتا بقرینہ مابعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت
کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کردینا اور کہیئۃ الطیر میں کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ
فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران میں تمام تفسیر گذر چکی ہے۔ معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ
فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیأت میں ف۔ یعنی ساختہ تصویر میں پھونکتا تھا۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ۔ پس ہوجاتا جانور میرے حکم سے ف۔ یعنی یہ تصویر
تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہوجاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کردی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ
یہ قدرت وارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہوجاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ
ان کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہیں وہ کریں بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہیں اور عوام اس
کرامت کے لائق نہیں ہیں پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ولی چاہیں تو ایسا ہوجاوے یہ حتی کہ یوں سمجھتے ہیں کہ
اگر نذر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچاوینگے یہ سب ان کی جہالت و گمراہی ہے۔ شاہ ابو الحسنؒ نے خوب لکھا ہے ؎ ولی کو گو کہ قرب کردگار ؛
پر نہیں تقدیر میں کچھ اختیار ؛ خود بخود تیر اس کو گر سمجھے کوئی ؛ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ؛ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے ؎ اولیاء را ہست
قدرت از اِلٰہ ؛ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؛ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ میں سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطہ
سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر میں وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰؑ کے واسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہوگیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عز وجل کی جناب میں
شرک نہ کرنا چاہیئے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک و مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے۔ زیادہ بیان

گنجایش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون۔ پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ۔ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادر زاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ۔ اے واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردوں کو ان کی قبروں سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسیٰ کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰؑ مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ الٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسر نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی پس جہان مشیت نہین متعلق ہے وہان ظہور نہ ہو گا حتی کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰؑ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس ان کی مشیت و ارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر او تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمعیل حدثنا محمد بن طلحہ یعنی ابن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح و ثنا بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب انکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے لیکن یہی نسخہ موجود مین ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہو اگرچہ اسناد جید ہے اور اس مین شک نہین کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی و الم تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ۔ اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جسوقت انھون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ جب تو لایا ان پاس نشانیان ف یعنی جبکہ تو ان کے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کو معجزات کیساتھ گیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ۔ ان مین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے۔ ف یعنی کفار لوگ کہ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا۔ اور ایک قراءۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یون ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ۔ اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُوْلِيْ۔ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰؑ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء و کتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص بانبیاء علیہم السلام ہے۔ حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب مین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی و برسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

میں ہے کہ بلا خلاف یہاں وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ میں وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت میں قولہ اذ اوحیت الی الحواریین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھوں نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ **قال السدی رح** ان کے دلوں میں یہ بات ڈالدی۔ قالوا آمنا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰؑ پہ پورا ایمان لائے واشہد باننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں ف پہلے ایمان وپھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص وتوحید ومرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد واطاعت کی ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ یعنی خالص سعادت ومحبت والوں سے بیان کردے جو میں نے تجھ پر کشف جمال واظہار علوم غیب وتجلی کا انعام کیا اور تیری ماں پر کلمہ خاص القا کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح متجلی بجلال وجمال سے آدم علیہ السلام میں پھونکی تھی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ صورت عیسیٰؑ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہوگئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید ونور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس۔ آنکہ میں نے تجھکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھکو مقام عبودیت وبشریت پہنچوا دے اور بشریت کے گہوارہ میں تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا صدر نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھکو مقام ہستی میں سکون نہ ہوسکتا بلکہ تو فانی ونابود ہوجاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ ان میں سے بعض پر القائے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القا ہوا اور ان کے اسرار میں وہ باتیں پوشیدہ ہیں کہ انکا بیان وتعبیر نہیں ہوسکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب اور حظ باقی ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روائی نہیں مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا پس جس کو قدم میں صحبت روح سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس میں واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم وگمان وبیان سے باہر ہے۔ بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی میں سے کسی چیز سے ممتزج ومرکب میل نہیں پائے گی بلکہ میں نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس ومطہر کردیا ہے تاکہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں نے تجھکو اس جسم میں بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر وپاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہوگئے اور دونوں کو محل قدس کی طرف اٹھالیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد میں اس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ وظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد میں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وصف وقدس وجلال وربوبیت وکمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اسمیں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمیں تا زمانہ کہولت رہا حتی کہ بندگان الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ صفات وقدس جلال وحسن جمال سے عارف کرکے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المہد وکہلا۔ اور اسمیں اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا **قال المترجم** قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یداہ مبسوطتان الآیۃ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ واکابر محدثین

سلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہے اوتعالیٰ کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہے اور یہ بحث
اوپر تحت آیہ کریمہ مقصد ورہ بیان ہو چکی ہے یہان شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔
یعنی یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا - تو لکھنا اُن کو تعلیم الٰہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آگیا - پھر اور زیادہ
فرمایا بقولہ والحکمۃ - اور مراد اس سے معارف محبت ہین اور طرق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے - پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ
پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب و احکام معلوم
ہون پھر زیادہ کیا بقولہ - والانجیل - اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت الٰہیہ کا ظہور اسکے
مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اُس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت ہین سے ہے
اسکا ظہور اس بندہ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی چنگے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غائب
و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے - و اُنبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے
شیخ ابو علی رودباری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و
استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہے تعالیٰ اللہ عزوجل - پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنوبی و
برسولی - وحی الٰہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے
و عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہین - وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ - اور وحی بالذات
پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید مین بدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فنا ہے اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت مین
جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہان محل بقا ہے - **قال المترجم** فنا اول مقام توحید کا مکرر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم -
اور وحی بفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہے اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیاء کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہے
اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہے اسمین اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہین ہے - **قال المترجم** ولی کو طاقت نہین کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور
یہ تو خیر اسپر ٹھہرو یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہو سکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے
کسقدر حجاب ہے گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی
ہے کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہے کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین لو کفار و مشرکین عوام کو کیونکر سمجھاوین حاشا وکلا کہ دروغ بولتے
ہون لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو
بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہے وہی قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد
دم مارے لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون - پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے - قلت ہذا کما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ - اور
وحی منزل معرفت کی بحدیث ہے قلت ہذا کما قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما - اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما سے ہے (من قول المترجم ۱۲) - فافہم واللہ اعلم - اور وحی منزل عشق
کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمین ہین - الہام ذاتی - و الہام صفاتی - و الہام فعلی - **قال المترجم** استیناس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل
وحی عشق سے ہے لیکن بحد راس منزل توحید ہے لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیاء اُن کے قدم پر ہون بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت
توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی الآیۃ مین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

مین و اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور سمجھ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر باطن و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کی آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اُسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذ اوحیت الی الحوارین۔ مین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہی جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و برسولی۔ یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا امنا واشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ امنوا بی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی۔ اے آمنوا برسولی مقام التفرقہ ہی۔ قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حوارین پر ہوا جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ واشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہی کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰؑ کو اُسپر گواہ کر لیا تا کہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ ہدایت فقط او تعالیٰ عز و جل سے ہے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہے فتدبر اور جمع کے لیے تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت اضح ہی فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اُسمین سے

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہین ہم اُس پر گواہ

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے مین

مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

ربع ۱۵ ع ۵

اُتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اس پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب کرون گا جو نہ کرون گا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہی اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہی اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی دعا قبول ہونے کا امتنان ہی اذ قال الحواریون۔ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے یعیسی ابن مریم۔ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے ف اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت مین حضرت عیسیٰؑ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

اور کیون نہین کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا عیسی ابن مریم ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف۔ اسمین دو قراۃ ہین بعض نے تستطیع ربک بتا رفوقانیہ بمضارع مخاطب و بنصب ب پڑھا اور معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان سے اور دوسری قراۃ جو اکثر قرار کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیار تحتیہ و رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنیوالا معبود یہ کہ ہم پر آسمان سے مائدہ اُتارے! اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے اُنھون نے قدرت مین کیونکر شک کیا۔ تو جواب یا گیا کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم اُن مین مستحکم نہین ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی مین شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے خلاف ہے۔ اور قراۃ اولی یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قراۃ پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصححہ الطبرانی وابن مردویہ و یہی قراۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قراۃ دوم متوافق بمعنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہے کہ جب اُن کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہین کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہین کہ وہ کر سکتا ہے یا نہین کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کردے پس شک اس فعل کے وقوع و عادۃً وقوع مین ہوتا ہے اور یہ نہین کہ فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہین ہے پس یہی معنی ہین قول حوارین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمھارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قراۃ اولی کے معنی ہین اور اسمین وتعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ وتعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و پاک بے پروا ہے پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہین لیکن شاید اُن کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قراۃ مین بھی ایسے معنی ہین کہ اے عیسیٰ تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ اُمید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیر رح مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا نہ ہو تو مائدہ نہین بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور جب چڑا پکایا ہوا تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ تقوی کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان والے ہو ف۔ یعنی جواب مین عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کہا۔ اس جواب کی توجیہ مین چار قول ہین اول جو مفسر نے کہا کہ سچائی کیلئے اتنی نشانیان مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو اُنھون نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تا کہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن اُن کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین تقوی و ڈر کرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب مین مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقوی کرو تا کہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس (۳۰) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر اُنھون نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہو نیکے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا پھر مائدہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔ قالوا نرید ان ناکل منھا۔ بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے

رواہ ابن ... ابن ... علی عن ... بن اللیث ... ابن ... عن ... وقال ... الاسناد ... اسناد ... جید

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہین کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاوین اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاوین ہمارے دل ف
یعنی الیقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلون کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت مین
سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا یقین اور علم تمہاری نبوت مین زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ اور ہین ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہین ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہون نہ فقط سُنی سُنائی
کہنے والے۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت مین ترقی ہو اور غائب لوگون
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہون۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباسؓ مذکورہ وجہ چہارم مین اشارہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اُن کو مزدور آخرت
بنایا اور اُنھون نے مزدوری مین دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہے اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہین لیکن اشعار ہے کہ قوم اعلی کا یہ حال تھا تو ما بعد والون کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کرکے روتے کہ
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا مین ملے جاتے ہین پس کتنا بڑا فرق ہے واللہ اعلم۔ اور بلاغت نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی مین ان کا
قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہین پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس اُمت مرحومہ کے واسطے ہین ان مین سے اوسط درجہ اگلی اُمتون کا اعلیٰ درجہ
تھا جیسا کہ سابق مین اسکا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو اُن کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا۔
بولا عیسی مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے اگلون اور پچھلون کے لئے ف یعنی مائدہ
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لاولنا بدل از لنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کرین بعض اکابر سے گذرا کہ اللھم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا
ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پرورش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ
روز مبارک ہے وہ اگلی اُمتون کو نہ ملا ملکہ یہودی سنیچر پر جمے رہے اُن پر مفروض ہوا اور نصاری اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالی
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات مین عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمین عود الناس یعنی لوگون کا اجتماع ہے یا فرح و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت معتود ہے یا مانند اسکے
اہل لغت کے وجوہ بیان ہین۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والون و پچھلے آنے والون کی عید ہوجائے وَآيَةً مِّنْكَ
تیری قدرت پر اور میری نبوت پر نشانی ہوجاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہے انزل علینا پر یعنی مائدہ اُتار دے اور ہم کو یہ رزق
دے وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا ف یہ بندون کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہین ورنہ در حقیقت
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب در حقیقت محض ایک بہانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالی پر توکل
کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان مین بہتیرے
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہین حالانکہ ہزارون دفعہ اُن کی تدبیر پوری نہین ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہین
سمجھتے ہین اللہ تعالی اپنے فضل سے ہدایت فرمادے۔ اس کلام مین اشارہ ہے کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ اوتعالی کی طرف سے عید ہوتا ہے جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہین بنتا ہے اسی واسطے نجعلہا عیداً نہین کہا یعنی ہم اسکو عید بنا دین نہین فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

اس امر کا کمال ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کیئے حالانکہ ان روزون کے کیا فضائل ہین اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہر کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہین پس عوام جو اس عید مین دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا علامت عید جانتے ہین یہ ہوا و ہوس ہر ہان پاکیزگی و لطافت و غریب مسلمانون کیلئے کھانے پینے مین آسانی دینا اچھی بات ہر - فافہم - بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہر کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا مانگی اور پھر روئے - قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ کہا اللہ نے مین اُتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ مین اس مائدہ کو تم پر اُتارنے والا ہون - عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلها بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیون نے منزلها از انزال بتخفیف پڑھا اور اول مین معنی تکرر و بار بار نازل ہونے کے اظہر ہین حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا مین اُتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اترنے کے - مِنْكُمْ تم لوگون مین سے ف یعنی جن پر مائدہ اُترےگا - فَاِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا مین اسکو عَذَابًا ایسا عذاب لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین مین سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ والے عالمین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہین اور یہی اصح ہر اسواسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سُور و بندر ہو جانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ اُن سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت مین ایلہ کے بعض یہودیون پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ مین آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے جیسا کہ قولہ لا اعذبه صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبه نہین ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین مین سے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہر اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰة والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان قول سے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس اُمت مین بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہر کہ ایسے لوگون پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاوین جیسے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ایک گروہ مشرکون سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری اُمت مین سے قریب تیس (۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعوی کریگا - الی آخرہ مانی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا اور احتمال ہر کہ شاید مسخ باطنی ہو الا آنکہ خسف باطنی غیر منصور ہر اور احتمال ہر کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق مین ہوا اور احتمال اول ارجح ہر بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہین ہر - اور مروی ہر کہ جب اُنہون نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہرا مرو کفر سے کفران نعمت ہر یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی کہ طاعت و عبادت مین بے فکر رہین بہرحال خوف کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہین مانگتے ہین پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہد و حسن رح سے مروی ہوا لیکن ثبوت مین تامل ہر اور صحیح یہ ہر کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلها علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہر اور خلاف وعدہ ہو نہین سکتا اور یہی جمہور اُمت و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہر - قال المفسر رح فنزلت الملائکة بها من السماء علیها سبعة ارغفة و سبعة احوات فاکلوا منها حتی شبعوا قال ابن عباس مفسر رح نے کہا کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھون دیکھتے مائدہ لیکر اُترے پس ملائکہ نظر نہ آتے اور خوان نظر آتا یہان تک کہ سامنے لا کر رکھا - اسپر سات گردہ روٹیان اور سات مچھلیان تھین پس حواریون نے اسمین سے کھایا یہان تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباس رض نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدة من السماء خبزا و لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا و ادخروا الغد فرفعت و مسخوا قردة و خنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع مین آیا ہر آسمان سے مائدہ اُترا روٹیان و گوشت تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھین اور نہ ذخیرہ اندوختہ کرین مگر آخر اُنہون نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو منقطع ہوا اور وہ لوگ جنہون نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندر و سور کر دیئے گئے - قال فی الکمالین - اس کو ترمذی رح نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہر اور یہی اصح ہے وقد رواه ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ

وابن مردویہ ایضاً ۔ واضح ہو کہ قولہ عیداً لاولنا وآخرنا ۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کئے کہ جماعت کثیر ہین سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکسان پاوین ۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیان و سات مچھلیان تھین وہ اُن کے سامنے رکھا پس اس مین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہو کر کھایا ۔ وعن عمارؓ خوان پر جنت کے میوے بھی تھے ۔ کما رواہ ابن جریر ۔ وفی روایۃ عن عمارؓ یہ قصہ مائدہ والون کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کرکے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون و بکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم مین اپنے ایسے بزرگ مکرم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤ گے اور تم کو منع کر دیا کہ سونے و چاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہین اُن مین خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن نہین گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تم کو ممانعت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا ۔ رواہ ابن جریر قال المترجم اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا ۔ پھر عذاب و فتنہ مین پڑ کر وہی بد افعال کرنے لگین گے جو بنی اسرائیل و اگلی اُمتون سے سرزد ہوئے تھے ۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر رد تے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین مشروط تھین اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر ۔ الٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی ہین الٰہی ہم بندون کو اس کا شکر گذار کر دے الٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو ۔ الٰہی اسکو سلامت و عافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر ۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ و حواریون کے روبرو اُترا ۔ اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی اور عیسیٰ و حواریین شکر کے سجدے مین گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُنھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم و غصہ و حسد و عداوت زیادہ ہوئی ۔ اور نیز اس روایت مین ہے کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے ۔ اور نیز اس مین مچھلیون کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کراث یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریان و انار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین ۔ اور نیز اسمین ہے کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسیٰؑ نے جواب پایا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یا عیسیٰؑ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت مانگتے ہو پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھبرائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان تم کو دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھنی ہوئی پاکیزہ ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی ۔ پھر حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجوں اور لولے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کرکے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسروں پر عذاب ہے انھوں نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیوں نے کھایا پس جنھوں نے کھایا تھا وہ تونگر ہوئے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریوں و لوگوں پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریوں نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس میں کوئی کمی نہیں آئی تھی پس وہ خوان اٹھایا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اُترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجانا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمیں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیروں و یتیموں و لولے لنگڑوں کے واسطے قرار دے اور تونگروں کو مت دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کردی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگروں کے دلوں میں بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگوں کو شک میں ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں جھٹلانے والوں کو عذاب کرونگا حتی کہ خنزیرات میں مسوخ ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیرؒ وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کیں کہ مائدہ نازل نہیں ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہیں اور تقویت اس قول کی یوں بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں کوئی امر منصوص نہیں ہے ہاں قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہیں اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم و مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم میں یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں اُتارونگا لو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہیں کیا ہے لیکن چونکہ انھوں نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہیں ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید میں یہ امر منصوص نہیں کہ نازل ہوا یا نہیں نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہاں سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہیں بعض میں ہے کہ نازل ہوا اور بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم۔ ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب خطاب کو قلوب ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین میں دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس انھوں نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لئے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام میں سے ترقی پر تھے تو نہیں دیکھا کہ خواص میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے اُنھوں نے ابتدائی حال میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی پس اللہ تعالیٰ نے فعل میں قدرت دکھلادی کہ یوں ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونوں وصفوں میں کوئی شک نہیں ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہیں اسمیں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کرلو کہ جو خطرات تم کو تمھارے نفس کی وساطت سے آتے ہیں اُن کے دفع کرنے میں مشغول ہوجاؤ تاکہ غیر الٰہی میں تمھارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب نہ ہوجاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہوکر واصل ہوا اس سے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدین کا

حال ہے پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہین ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منہا الی آخرہ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدلون کو جو ابھی محل وسواس و خواطر ہین اسی طرح غذار جنت سے تربیت فرمائے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہین اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہوجائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ ہم مین کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دیدار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے مین شاہد ہون گے اور ما بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہین اور آپ سچے ہین اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہین یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللہم انزل علینا مائدۃ من السمار۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہین مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانینت و ملکوتیت ہوتی ہے اور آسمین ان عناصر کا میل نہین ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے مین خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرے اور وعید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہوکہ لوگون کے واسطے عید ہوجائے اور ایسے اعمال صالحہ کرین کہ جس سے مستحق قبولیت ہون اور یہ وبال نہ ہوکہ ناشکری مین گرفتار ہون جس سے مردود و مہجور ہوجاوین اور نیز عید باین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والون کے واسطے جو مقام ادا دستا ہین ہین اور آخر والون کی عید ہو یعنی عارفون کے واسطے۔ اور قولہ وآیۃ منک یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ۔ یعنی جس نے میری آیات وافعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی مین پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات وآخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ آلہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہین پہونچی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہین اور درگاہ وصل تک رسائی نہین اور حسن جمال سے محروم ہے اور یہ عذاب فراق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا کہ مین ابتدائے حال مین خواب مین تھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے مجھے جگایا اور فرمایا کہ اُٹھ کیا سوتا ہے جسنے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت مین پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـہَیْنِ مِنْ دُوْنِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو دو معبود سوا اللہ کے

اللّٰہِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ؕ

بولا تو پاک ہے مجکو نہیں بنیا تا کہ کہون جو مجکو نہین پہونچتا۔ اگر مین نے یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی مین ہے اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات مین نے نہین کہا

لَہُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِہٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ۚ وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ ۚ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور مین اُن سے خبردار تھا جبتک اُن مین رہا

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ اے واذکر اذ یقول اللہ یعنی بیان کر وہ جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز اُن کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے۔ حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہے بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ ظرف کے تحت مین بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھیں اور ما بعد کا سوال حقیقی استفہام بایں معنی نہین کہ او تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہین بلکہ او تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہے کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عز و جل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھون نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرین تا کہ اُن کی قوم سُنے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض انھون نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہین مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ مین جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو بہاد قول سے توحید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہے جو مفسر رح نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رح کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا مین واقع ہوا اور ابن جریر رح نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اُسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم و ان تغفر لہم اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان دونون دلیلون مین نظر ہے کیونکہ بہت سے اُمور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تا کہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کرین اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور مین تیرا بندہ ہون اور یہ معنی نہین کہ عذاب دیدے اور مغفرت کرے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت مین ہونے والا ہے اور قتادہ رح نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ جو اس سے متصل ہے اور یہی صحیح ہو کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر رح نے عمر بن عبد العزیز رح کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبد اللہ کے ترجمہ مین روایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ رح ثقہ تھے اُسنے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتین بلائی جائین گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتین یاد دلائیگا پس اسکو نزدیک فرماکر کہے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک و علی والدتک الآیۃ۔ یہان تک کہ فرماویگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار مین نے نہین کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہین گے کہ ہاں اُسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر مین ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانک دئے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے

ف۔ یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کیواسطے حشر کے مجمع عام مین پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ ع کو اور مریم کو دو الٰہ بنالو۔ کیونکہ نصاریٰ مین ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خدا مین سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہین اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہین اور اس زمانے مین بہت سے ایسے پائے جاتے ہین جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

دیتا اور روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرّا اُٹھیں گے اور ہر بُن مو سے خون کے چشمے جاری ہوجاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ ۔ قَالَ سُبْحَانَكَ کہیگا عیسیٰؑ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف ۔ خواہ شریک ہو یا کوئی اور چیز ہو ۔ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق درست نہیں ہے میرے واسطے ف ۔ مفسّرؒ نے کہا کہ بحق میں با زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰؑ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق و سچ نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے ۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰؑ یہ سوال سُنکر کانپ اُٹھیں گے اور انتہا درجہ کا ادب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو آگے نہ آنے دے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرّا ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی نہیں ہوں إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجھکو ضرور معلوم ہوتا ف ۔ کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف ۔ کیونکہ تو علام الغیوب ہے ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا کہ جو تیرے علم میں ہے ف ۔ کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور اُنمیں سے مجکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری شان پاک کہاں ۔ اور میں بندہ کہاں ۔ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ حقا کہ تو علام الغیوب ہے ۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ حملۃ الشیٔ اور زمخشریؒ وغیرہ نے واتقان میں مفسّرؒ نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے مقابلہ میں ولا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرمادیگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰؑ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ میں نے کہا اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا مجکو ف ۔ اور وہ یہ ہے کہ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمھارا پروردگار ہے ف ۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی و ربکم سے اشارہ کردیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمھارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور میں اُن سے خبردار تھا ف ۔ یعنی نگہبان رہا اُن کے باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے ۔ مَا دُمْتُ فِيهِمْ جب تک میں اُنکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پھر جب تو نے مجکو گم کر دیا ف ۔ یعنی اُن کے بیچ میں سے معدوم کر دیا ۔ یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اُٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ تو ہی اُن کے اعمال کا نگہبان اُنپر رہا ۔ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۔ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف ۔ خواہ وہ بات ہو جو میں نے اُن سے کہی اور خواہ میرے بعد اُنکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے ۔ واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی کیا رہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری اُمّت کے دوزخ کی طرف پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہونگا جو بندۂ نیک یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیٔ شہید ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤن پھر گئے ۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی و البخاری پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ مین کوئی نہین ہون یہ سب تیرے بندے ہین ۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تیرا جی چاہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہین ف ۔ پس تو ہی اُنکا مالک ہے جو چاہے جو تصرف کر تجھ پر کوئی اعتراض نہین ۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان مین سے ان لوگون کی جو توحید پر اسلام لائے ہین تو تو عزیز الحکیم ہے ف ۔ گویا تین فرقہ مین سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے اُنکا اور اُن کی شاخون کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونون مشرک فرقون نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق مین ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہون لیکن مشرک نہین ہین یا انھین کے مانند بعضے شام کے نصرانی و حبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہین ان سب کو بخشدے اور ان کے گناہون سے درگزر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ مشرکون کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہین کہہ سکتے ہین جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ تو بندہ مومن نہین کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق مین استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ ۔ تو یہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہو کہ یہ بیزاری ہی نصاریٰ کے حال سے جنھون نے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول پر جھوٹ باندھا ۔ قال ابن کثیرؒ اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہو گئی ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہو گئی تو فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو ۔ رواہ احمد ۔ اور دوسری روایت طویل مین ابوذرؓ سے ہو کہ پھر جب صبح ہو گئی تو مین نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کرو کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ مین آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرماوین تب مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم مین سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس مین اسپر کچھ مضائقہ جانتے ۔ تو فرمایا کہ مین نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان مین سے مطلع ہو جاوین تو نماز چھوڑ دین (یعنی جو ناسمجھ لوگ ہین) مین نے عرض کیا کہ بھلا مین لوگون کو خوشخبری دیدون فرمایا کہ ہان دیدے پھر مین ایک پتھر پھینکنے کے انداز پھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدین گے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاوینگے، تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا ۔ رواہ احمد ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا قول عیسیٰؑ ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیون روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ مین تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے ۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثاً۔ اور حدیث حذیفہ بن الیمان جو مسند احمدؒ مین ہے اور حدیث عائشہ وحدیث دیگر صحابہ جو صحاح و سنن مین ہین اسکی مؤیدات ہین واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ اہل اسلام وایمان کو عمدہ بشارت وخوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ مین اہل اسلام نے اپنے کو شرک مین مبتلا کر ڈالا اے لوگو شرک سے بچو اے لوگو تمھارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہون وہ آسان ہین لیکن شرک سے بچو۔ ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذرؓ و حدیث عبداللہ بن عمرو مین کس قدر مسرت وخوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم وان لوگون کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ اسمین اوتعالیٰ سبحانہ نے عار وملامت دلائی ان لوگون کو جو کہتے ہین کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہین کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے۔ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق۔ اور نیز اسمین لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافرون کو ان کے دروغ وبہتان باندھنے مین مخاطب نہین فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے برگشتہ ہو کر شرک وضلالت مین پڑ گئے فقط اتنا نام رکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہین تو ان کافرون کے بارے مین اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن مین کافرون کو ایک ایک شرم وملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بُری طرح شرک گمراہی مین پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتین عطا فرمائین۔ اور کافرون کو مردود کر کے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے مین ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا مین بادشاہون کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان مین سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہے اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت وکبریائی کے تحت مین پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدث ہین اُن کو قدم مین فنا کر دے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز وجلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ مین اولیٰ ہون عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے واس کے درمیان کوئی نبی نہین ہے۔ شیخ عبدالعزیز المکی رحمہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہین شرم وخجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم اُن کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر اُن سے کہا جاتا کہ یہ عتاب پا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھون نے دنیا مین اُن کو شریک بنایا وہ اس دن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھین گے کہ اسوقت اس کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ مین جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ربوبیت کی نسبت کرین۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور اُنھون نے عرض کیا کہ لا علم لنا۔ تو یہ دہشت وعظمت ہے کیونکہ اسمین اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰ کا قصہ وحال ہے پس سکوت زیبا نہین پس عیسیٰؑ کے حق مین جو کافرون نے کہا تھا اُس سے اپنی براءت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ وپاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا کہ مجھے یہان ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب سولون مین تو عیسیٰؑ بھی شامل ہین مگر وہان مقام ہیبت وعظمت تھا پس مبہوت ہو کر متحیر وساکت رہے پھر جب مقام انبساط مین لا کر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال مین منبسط ہو کر بول اُٹھے اور سکوت نہین کیا قال المترجم شاید حاصل معنی یہ ہین کہ مقام عظمت وہیبت مین سب رسول خاموش رہین گے اور پھر مقام مشاہدہ جمال وانبساط مین لائے جائین گے تو سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولین گے۔ قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک یعنی میرے نفس مین جو تیری توحید ومعرفت وتنزیہ وتقدیس وتعظیم واجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد وند وشرک وشریک وہر چیز جو تیری شان کے لائق نہین ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہاں سے مین ایک شریک بناتا اور کہاں یہ کہ کافر و مشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو آلہ
بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہے۔ پس جو کچھ میرے نفس مین توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ۔
ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب بکر القدم تیرے غیب مین ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم ازلہ وجود ازلی قدیم ہے
مجھے نہین معلوم ہو سکتا قال المترجم اس مین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات وصفات باری تعالیٰ مین غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین
کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر مین بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول
اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ
تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہے ہان معرفت توحید سے
آگاہ ہوں۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مثنوی رومی از بحر العلوم مین مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق
ہے اور ظاہرا بانی باتین کرنے والوں کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق
معرفت و انکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے۔ اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو
جا بجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنید نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہے سب تو جانتا ہے اور جو
علوم و عنایات تیری مجھ پر ہے اس مین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہے اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو
تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب مین ہے وہ مین نہین جانتا ہون۔ قال المترجم
اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت
ہے تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مین نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمہارا پیدا کرنیوالا
ہے اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان
کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہین ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت
ہی نہین ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا۔ یعنی دنیا مین ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتائے تھے کہ فلان منافق ہے
اور فلان ایسا ایسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم۔ یعنی وحی و رسالت جبتک اُن کو پہونچا تھا تب تک اُن کی طرف میری توجہ تھی
کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکوان یعنی حوادث کو فنا کر دیا اس طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان
و حوادث کی خبرین مجھ سے بند و غائب ہو گئین چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے
اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو بھلا پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور
جو تیرے انوار مشاہدہ مین از خود رفتہ ہو جائے جیسے مین بندہ ہون کہ تو نے مجھکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما
امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہاں سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام
عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے
فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہین فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اُٹھالیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان رہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر واسطیؒ نے اس
آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ
اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی وہاں ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اُسکا وطن ہے اور نجات وہاں کی ایک
آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اُس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات
بھی رہگئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ **قال المترجم** مرتبہ توحید و تفرید میں بقار فقط ذات حق حی القیوم کو
باقی ہے اور ممکن مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقار اسکو بصفات حق عزوجل ہوتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں
کہ یہ مخلوق جا کر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی
بالکیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے۔ وقد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعملون عقلیں
حیران ہو گئیں اور اسمیں مٹ گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم میں بیان
کیا ہے اور خود شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے
جو تھا یہ صرف فنا و بقار ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل و علا اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا
اور نہ عقل یہاں کام کرتی ہے جیسا کہ شیخؒ نے بیان کیا اور مولوی جامیؒ نے شرح فصوص الحکم کی متہید میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک
قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہونچیں اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے
اور امید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہونچا دے تو وہاں سے
البتہ کسی قدر رمز ان کو حاصل ہو گا۔ شاہ ابوالحسنؒ نے خوب کہا ہے ؏ ہر ولایت او صلاحیت تو دور ٭ پہلے تو مومن تو ہو اے بے شعور ٭ اور امر عظیم
اسرار و حقائق ہیں ہر ابجد خوان کو کب مذاق شعر و سخن سمجھایا جا سکتا ہے اور ہر گنوار کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین قولہ ان تعذبہم
فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیۂ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہے اور اس سے بھید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہیں ولیکن یہاں میں اسقدر
ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بلکہ اہل التفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو
اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانوں سب کا مذہب ہے اور تمام انبیاء و تمام
اُمتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلوں پر مخفی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص السر ہیں اور یہ محال ہے
کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب
و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات
والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سر سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعودؓ نے
کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اسمیں کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احقاب یعنی بہت سے حقبہ
پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے
ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو اُن کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہے کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک ہیں و ان تغفر لہم۔

یعنی جیسے اور دنیا مین ہین تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت مین اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے مین تو نادان نہین ہے الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے مین حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہین سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔ قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر مین مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہے و بالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ مین رہین گے اور خلاص نہین اور موت بھی نہین ہے اور دار آخرت سب باقی و پائدار ہے وہان فنا نہین ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے سرے برزخ مین اُن کے جسم تیار ہو جانے مین بھی ایک التفات رحمت ہے۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب دے بایں طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا مین ڈالے تو بندے ہین اور اگر اُن کی مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس مین ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کرین اور حجاب حظوظ مین پڑے رہین۔ وراق رح نے کہا کہ اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اقرار کرتے ہین کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بعض نے کہا کہ عیسی علیہ السلام نے اُمت کیواسطے انبساط سوال مین نہین کیا اور حق تعالی سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرماوینگے اور امتی امتی کہے جاوینگے یہان تک کہ تمام اُمت کے حق مین قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے آنحضرت صلعم مخصوص ہین اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرین گے کہ آپ برابر انبساط کئے جاوین گے اور حق جل و علا فرماویگا کہ ہان تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُھُمۡ ؕ لَھُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچون کو اُن کا سچ اُن کو ہین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین

الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝

رہا کرین اُن مین ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا فِیۡھِنَّ ؕ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ع ۵ ۱۶ ۱۶

قَالَ اللّٰہُ فرمایا اللہ تعالی نے ف بعض نے کہا کہ عیسی علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے ھٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُھُمۡ یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچون کو اُن کا سچ ف یعنی یہ روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دیوے ان لوگون کو جو دنیا مین سچے تھے مانند عیسی علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیاء و مومنین ہین کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت مین کچھ نافع نہین بلکہ اُن کو دنیا مین اسکا بدلا مل جاتا ہے اگر مشیت الہی مین مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ۔ لَھُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا۔ ان کو ہین باغ جن کے نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُسمین ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو جزا ہے۔ اور یہ کیون بس فرمایا بقولہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے او تعالی ان سے راضی ہوا اور صحاح مین احادیث مین مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد او تعالی فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہے کہ مین تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی او تعالی کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مصرح ہے ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی ف۔ یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نزدیک ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نہ دیگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی ف۔ مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں وَمَا فِیْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف۔ خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور من نہیں فرمایا اسمیں غیر عاقل کی تغلیب ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور وہ ہر شئی پر قادر ہے ف۔ اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہے کہ صادق و موحد کو ثواب دینا اور کاذب کافر کو عذاب کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ کل شئی تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا اے شئی اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہے قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شئی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ میں سے ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کہ لفظ اطلاق کرنا اور نہ کرنا صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہے پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی یہاں کچھ بھی مجال نہیں ہے اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت میں داخل ہے یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہے علاوہ براین یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں قطعاً محال ہے بالجملہ ایسی لاطائل بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کردی کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسیٰ اور ان کی ماں کو دو خدا جھوٹے منہ سے کہا وہ محض غلط ہے تمام ملک آسمان و زمین و جو ان میں ہے وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شئی کہ جو اس کے مقدور میں ہے اور اسکی مملوک ہے وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہے کہ وہ تعالیٰ جل جلالہ جس طرح اسمیں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ نظیر ہے نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو۔ پاک ہے وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے ف۔ قال فی العرائس۔ قال اللہ ھٰذا الیوم ینفع الصادقین۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم میں حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ انھوں نے حق تعالیٰ کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہیں اور یہی ان کی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے ذکر فرمایا ہے پس یہی عاجزی ان کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا میں ان کی دستگیری ہوگی اور او تعالیٰ صفت بقا سے ان کو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہیں گے حسین رح نے اس آیت میں کہا کہ جو بندہ احکام قضا و قدر کے تحت میں یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اسکے صدق کے مقابلہ میں اسکا جہل و تقصیر عبادت فرو ہوگا اور اسکو صادق کا ثواب ملیگا جو فرمایا بقولہ لهم جنات۔ ان ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتیں جن کے زیر سایہ صفات کی نہریں رواں ہیں اور یہ اس طرح ملیں گی کہ لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی۔ قولہ خالدین فیہا۔ اس سے متصف باقی رہیں گے۔ ابداً۔ اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم یعنی قدم میں فانی ہو جانے کے بعد اور آگے وصول قدم میں متحیر پاکر یہ رضا ان پر طاری ہوئی۔ ورضوا عنہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہیں ہے اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے

ابواب اُن پر [illegible] ہون گے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جائین گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہو تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا رمشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ مین مشاہدۂ توحید مین ہو نچا ہو کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا رسے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ وللہ ملک السموات والارض ۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد خالق ہے پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت مین مطیع ہے ۔

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الآیات الثلث والا قل تعالوا الآیات الثلث مائۃ وخمس وستون آیۃ

سورۂ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس سورہ کی سب آیتین ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہین اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) ہین قال ابن کثیر رح عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ مین نازل ہوئی ۔ یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری اکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے تھے ۔ رواہ الطبرانی و ابن مسعودؓ سے بھی یہی تعداد فرشتون کی ہمراہ ہونا مروی ہے ۔ جابرؓ نے کہا کہ جس وقت سورۂ انعام اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہو رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا ہے ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زجل تھا اور زمین گونج رہی تھی ۔ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم ۔ رواہ ابن مردویہ اور ابوالشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمرؓ سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے مین اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث و حشر سے منکر ہین ان کو حجت سے قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہو اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

الحمد للہ الذی خلق السموٰت والارض وجعل الظلمٰت والنور ۵ ثم

سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اُجالا پھر

الذین کفروا بربہم یعدلون ۵ ھو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا و اجل مسمی

یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین وہی ہے جن نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہر رہا ہے

عندہ ثم انتم تمترون ۵ وھو اللہ فی السموٰت وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ما تکسبون ۵

اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا

اور جانتا ہے جو کماتے ہو ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے **ف** بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قدمرفی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا اور اسمین دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالےٰ کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام مین متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کو ادراک کرتاہے بتوفیق اللہ سبحانہ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استھزانکالنے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و منجر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونے کے پھر مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ مین تین احتمال ہین ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور مراد اس سے آگاہ کردینا یعنی بندے آگاہ ہوجاوین کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہین یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونون امر مقصود ہین اور کمالین مین کہا کہ درصورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے تو وہ حقیقت سے خارج ہوکر جملہ انشائیہ کے معنی مین ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود مین مستعمل ہین چنانچہ مثلاً خرید و فروخت مین مین نے خریدا یا مین نے بیچا در اصل اخبار ہین مگر خارج ہوکر انشا مین مستعمل ہین اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیاہے اور درصورتیکہ دونون امر مقصود ہین تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور اس کے مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات مین سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیساکہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر مین کہاہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونون مقصود ہونے کے یہ معنی ہین کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہین کہ حمد کرو نقلہ مؤلف فتح البیان فیہ نظر والاولیٰ ما قالہ صاحب الکمالین فتامل پھر اوتعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا۔ **ف** یعنی سب چیز کو پیدا کیا جو دونون جہان مین موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بہت ہین لہذا اُن کی نظر کے موافق خاصکر آسمان و زمین کو ذکر کردیا کہ یہی دونون سب سے بڑی مخلوق نظر مین سماتی ہین اور اس سے اہل نظر استدلال کرین کہ جس نے بڑی بڑی چیزون کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والاہے اور جس نے پیدا کیا اُسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کرین اور اپنے آپکو مخلوق کا بندہ ٹھہرائین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اُسی کی بندگی کرین اور جس نے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہون۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کردیا اندھیرین اور نور کو **ف** یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہین اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہین حتی کہ کفر و شرک کا اندھیرا ہے اور نور قسم واحد ہے حتی کہ نور ایمان بھی اسمین داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل مین سے ہے اور اسمین بہت سے فرقون کا رد ہے۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہین ہوسکتا اور یہ صریح کفر ہے۔ دوم زندیق لوگون کا رد ہے جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بدصورت چیزون کو نہین پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزون کو پیدا کیاہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادون کے خیال پر گئے کہ بُری باتون کو بندہ پیدا کرتاہے حالانکہ بندہ مخلوق ہے وہ اپنی حرکتون سے اُن کو حاصل کرتاہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہین حالانکہ یہ دونون پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہین۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہین اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود جو مخلوق کافر ہوگئے ہین وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت مین اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہین۔ پھر مخاطب کرکے

اُن کو سمجھایا اور بھڑکا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک و کفر سے بچو اور اپنی فکر کرو کس خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
یہاں خوار ہوگے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ وہی خالق معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ف یعنی
تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا
پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ف کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرا تو اُسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اُس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک و بداعمالیوں و نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہاں جا کر
خوار ہوگا اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور
اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب درپیش ہو جاتا ہے اور اُسی کے آثار ظاہر
ہو جاتے ہیں پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموع مدت
اور مجازاً جو چیز کہ اسمیں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنا براشارہ قول مفسر رح کے وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ اور مدت باندھی
ہوئی اُسی کے نزدیک ہے ف کہ اُس نے تمہارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوینگے ہم تو خاک ہوگئے حالانکہ آنکھوں کی
نظر پر اسکا دارومدار رکھتے ہو تم کو چاہیئے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر
ہے پھر تمہارے ذرہ ذرہ اور ریزہ ریزہ کہیں جاویں اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑ دو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات۔ جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ
حصول او تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر قسم زمانہ و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر رح نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
ای وہو المستحق للعبادة ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف باللام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک ہے کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہونگے مگر آنکہ توبہ کرلیں اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر رح
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اسپر قولہ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ
جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں
تمہارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ وہی مسمی بافعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

قولہ تعالی ویعلم ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر و جہر سے احوال نفس ہیں اور تکسب سے اعمال جوارح پس عطف الشیٔ
علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ ویعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو ف بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس تم اس سے
اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کاسب ہے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں ان کو
کسب کرتا ہے اور یہی اسکا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالی کی تاثیر قدرت سے ہے اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر
کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالی الحمد للہ الذی خلق السموات والارض اللہ تعالی نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کیواسطے
طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالی نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کیواسطے حمد واجب فرمائی
قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اس حمد کا تحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اسنے اپنی حمد فرمائی وہی
درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہے اس کو جبتک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اس کی ذات
وصفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک اور نیز اللہ تعالی نے الحمد للہ
فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالی ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔
اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اسمیں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی
قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالی نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے
کہا کہ الحمد۔ اللہ تعالی کی صفت ہے کیونکہ اس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہوکر حمد کریں تو اس کی صفت سے
ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اسکا ثواب جمیل راجع ہووے۔ قولہ خلق السموات والارض۔
یعنی یہ حمد درحقیقت اس پاک پروردگار کیواسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جبتک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اس کی صنعت و
افعال سے اس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اس کی حمد و ثنا پر
قدرت نہ پاؤگے قولہ وجعل الظلمات والنور۔ یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کیے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی
ہے اس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام
سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جالنوز عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیچ ہے
اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فاحفظہ اور قالب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن
عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اللہ تعالی نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اس نور سے انکو حصہ ملا اسنے
ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی رح سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالی کے علم میں منحصر ہے
لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالی کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے صوفی لاتے
ہیں کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت
واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف
اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری رح کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رح سے پوچھا
گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان وسوسہ دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

یہانتک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لاحول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیئے اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہی کہ کبھی اس امر مین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوصًا انسان مین جو اعضاء وغیرہ موجود ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عز وجل کا شکریہ ادا کرین کہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک و منزہ ہے تا کہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہی اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہی کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ و دلیعت رکھا ہے اور زمین فطری لطائف رکھتے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم وجہرکم یعنی جو اشتیاق تمہارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہی اور جو خلوص اس راہ مین تمہارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور تمہاری روحین جن حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمہارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا مولوی روم نے کہا۔

این تضرع را بر حق قدر ہاست ٭ دان بہا کانجاست زاری را کجاست ٭ کے برابر می نہد شاہ مجید ٭ اشک او در وزن باخون شہید ٭

قال الشیخ اور نیز اشارہ ہی کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہی اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم الٰہی مین ہی۔ اسمین لطیف اشارہ ہی کہ فرمایا وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہی اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہی بعض نے کہا کہ دلی جوش وزبانی دعائین سب جانتا ہے ٭

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھے نہین

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ

آسمان برساتا اور بنادین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيهِم اور نہین آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ پاس مِّنْ آيَةٍ کوئی آیت ف مِنْ زائدہ بغرض استغراق وشمول نفی۔ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
اُن کے پروردگار کی آیتون سے ف یعنی قرآن سے إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منھ موڑتے ہین ف مراد
آیت سے بنا بر قول مفسر رح کے آیات قرآن ہین پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہوسکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون از انجملہ معجزات
وعجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہون والاول ارجح اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور ونظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و
معرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت تر جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب
اُن تک پہونچی۔ ف یعنی قرآن جب آیا تو اُس کو جھٹلانے لگے۔ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اب آگے
آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے ف انبا جمع نبا وہ خبر جس کی وقعت عظیم ہو۔ اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب
تم خبردار ہوگے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہوگا۔ لہذا مفسر رح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافرون کا کام
بد تھا لہذا عذاب برا بدلا ہوگا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ
کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزا وٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد مین خوار ہونے کا ہے اور
بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیر آتا تھا۔ أَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین
جاتے ہین کیا آنکھون نہین دیکھتے کہ كَمْ أَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کر دیئے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے۔ مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ اُن سے پہلی
سنگتین ف قرن یہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ وکم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلہم اہلکنا اور قرن کے معنی قاموس
مین ہین کہ دس یا تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) یا پچاس (۵۰) یا ساٹھ (۶۰) یا ستر یا اسی یا سو (۱۰۰) یا ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی مدت اور سو برس کے معنی اصح ہین کیونکہ انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہو وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اسطرح
کہ اسمین سے کوئی نہین بچا مفسر رح نے یہی اخیر معنی لیئے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہے جیسے قوم لوط
کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹایا۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کر دین ہم نے پہلے اُن سے بہت سی اُمتین جن کا حال
تھا کہ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین مین ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی ومالداری کے ساتھ۔ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ
اسقدر کہ جو تم کو نہین دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب ہین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کرکے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلون کو
ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے۔ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگون
پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ اور پیدا کر دی تھین ہم نے
نہرین کہ جو جاری تھین اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیون کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے اُن کو دی تھین۔ فَأَهْلَكْنَاهُم
بِذُنُوبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہون پر ف یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف
بلایا اور اُنھون نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہون کے ہلاک کر دیا۔ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ
اور کھڑی کین اُن کے پیچھے اور سنگتین ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر وشرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے
مٹ گئے اور نیست ہوگئے کہ ان کی بستیان کھنڈل ویران پڑی ہین ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤگے تو اسی طرح ہلاک ہوگے ف قال
فی العرائس قولہ وما تاتیہم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر رہے ازل ہی سے محروم از نور ایمان تھے وفی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعا

نے پیدا کین پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا ایس جو کافر ہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالی کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہائے انبیا علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیا رحمہم اللہ سے ہون کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی آلہی سے چمکتے ہین لیکن جس نے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھین بند ہین وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات مین اللہ تعالی کی عمدہ آیات مین سے اس کے انبیا علیہم السلام و اولیا رحمہم اللہ ہین۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین آیات سے مراد قرآن مجید و نور مبین ہے جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے۔ و لیکن ہدایت اللہ تعالی کے اختیار مین ہے۔ ابو جہل وغیرہ جو کافر ہے اُن کو اس مین بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالی۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اگر اُتارین ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہین گے منکر

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا

یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہین کیون نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ

اُتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے تجھ سے پہلے

فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا

پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا۔

ع

سراج مین ہے کہ نضر بن حارث و عبد اللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہین لاوین گے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالی کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالی کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا اور اگر اُتارین ہم تجھ پر لکھا ہوا ف کتاب مصدر بمعنی مفعول ای مکتوب ہے۔ فِي قِرْطَاسٍ کاغذ مین ف یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس مین بھی ورق ورق مین اُتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معانداً سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہین اُتری فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ پھر اُس کو اپنے ہاتھون سے چھو لیتے ف یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھون سے بھی چھو لیتے۔ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ البتہ کہین یہ منکر یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ۔ نہین ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف یہ کافرون کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور یہ السیاق

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے
اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظربند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا
سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے ۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہین محمدؐ پر
کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اُسکی تصدیق کرتا۔ ف یعنی اُس کے ساتھ مین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ
سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا اُنزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہان کافرون کی سخت جہالت
تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کردیا۔ اول آنکہ برملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی مین کوئی چیز
نہین لیکن فرمایا وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے تو لَقُضِيَ
الْأَمْرُ پورا کردیا جاتا حکم ف اُن کے ہلاک ہوجانے کا ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ پھر نہین مہلت دئے جاتے ف کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ
کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہوچکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کئے جانے پر
ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب
کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہوسکتی وقد قال تعالیٰ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا
منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بحق اور ایسے وقت توقع مین کفار مہلت نہ دیئے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین
الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف یعنی اگر وہ شخص جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے جیسے کہ فرشتہ کو
مانگتے ہین لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہوتی
اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین ف یعنی اگر
ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمہارے
مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ لو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون
سے مشاہدہ کرلیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے
قوائے بشری اسکو مشاہدہ کرکے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس
وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت و کمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور
قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ
جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کرسکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے
نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی
صورت پر اُن کے روبرو ہوجاتا تو سب فی الفور مرجاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین
ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا مرتے دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو
اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دی ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون
اس کے رسول کے معلوم نہین ہوسکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب دوم افعال جوارح

پس افعال قلب مین اعتقادات وغیرہ ہین اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہین جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہین اور اس کی شان مین کیا
اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر
قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہین ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد
پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاویگا - اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہین کہ بندہ
بغیر رسول کے بتلائے نہین جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہین کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنڈ حرام ہے اور
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت مین محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار مین کوشش
کرتا ہون اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو پھلدار کر دے اور مسلمانون کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے
اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہین ہے اُنکا دل اپنا دل جانے - اور اخلاص رکھے کھونٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت
وغیرہ بد باتین جی مین کبھی نہ رکھے - کافرون کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر مین پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کو ہدایت دیکر
اس غضب سے نجات دے - یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن مین ہزارون باتون کا ہے - اور دوسری قسم
جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤن وغیرہ کے کام ہین ان سب مین دل کی نیت شرط ہے - پھر ان کامون کی دو قسمین ہین - ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے
ہین جیسے نماز - روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہین ہو سکتے کہ کیونکر ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید کے ایکدن پہلے فرض تھا
اور دوسری قسم جو خالص نہین لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچون کی پرورش وغیرہ - تو یہ تین قسم پر ہین ایک وہ کہ دوسرے
سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونون کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہین کہ اپنی ذات کی اصلاح
کرنا اور دوم اپنے گھر والون کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والون و تمام جہان والون کی اصلاح کرنا - پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب
مین سچائی شرط ہے پس نوکری مین برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے - اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے
تجارت مین جس کی خرید و فروخت مین جو طریقہ شرع مین بیان ہوا ہے اُس کو برتے - پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع مین بیان ہین
اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب مین بھول ہو جائے تو
بڑھتی پھیر دے - جو چیزین دنیا مین فساد ڈالتی ہین - تال طنبورہ ستار - باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتون مین مانند گیہون کو گیہون سے
بدلے لیتے ہین بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے - اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ
جتنے معاملات ہین اُن کو پورے پورے شرعی قاعدون سے برتے تاکہ دنیا مین اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کرین اور علیٰ ہذا
کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہین پھر جو افعال نیک ہین اس کے مقابلہ مین ہزارون
لاکھون افعال بد ہین چوری کرنا و جھوٹ و دغابازی و زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ
کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندون کی بھلائی مین کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور
کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے
اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کرلین تاکہ جب مرین تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین یہان کی تکلیفات و
مشقتون کے بدلے جو اُن کی چندروزہ عمر مین اُن کو پہونچتی رہی ہے وہان ہمیشہ ابدالآباد راحت و آرام و عجیب نعمتون مین خوشحال رہین اب دانا

وعقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید و شان کے لائق ہین
اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہوسکتا ہے اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ
بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور ان مین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے
شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول
بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی
زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اس کی درگاہ مین جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے
پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہے اسی واسطے مکہ کے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس
سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مر جاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول ہم کو بُری راہ سے پھیرتا اور
بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہین ہے تو اسکی بات نہین سمجھین و غور کرین تم یہ تو کرتے
نہین بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر مر جاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت
بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین
یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمہاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ
تو قرآن ہے کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے
رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے
ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیون کی طرح بُرائی کے
افعال باوجود خواہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت
پڑتی تو اُن کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور واضح ہو کہ ان کافرون کو خبط
و خیال سوجھنا اور اسکی دلیل بھی کہ ازل ہی مین گمراہی انکے حق مین مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید عبادت کیساتھ
متمیز و جدا نہ کر لے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہاں بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی
تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پہ دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علیٰ نبینا وعلیہم السلام
آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی
حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا
اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا۔ بالجملہ کفار ایسی شیطانی
باتین جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہو جائے
اور یہان کے رہنے والے وہان اور برعکس ہو جاوین تو یہ عارف و انکے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالیٰ
جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا و لیکن ان مین سے جن کی تقدیر مین کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک
رسول اور بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی وتسکین فرمائی بقولہ ولقد استھزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد مغمگین
نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا۔ اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا
مگر انکا انجام یہ ہوا۔ فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزءون پس جنھوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے
گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف۔ اس چیز سے کیا مراد ہے بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت
کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہے تو گھیر لینے کے معنی کہ حق غالب بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا
کہ رسول مراد ہیں اور اسمیں بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف
دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہاں کہ کل
بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنیوالے ڈریں کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی
میں اکثر انہیں کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہیں فرمائی۔ لیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ
اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالوں کی تہدید کو اگلوں کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد
کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوئے اور باقی راہ پر آگئے بخلاف اگلی امتوں کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور
وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللھم اھدنا اللھم ادرکنا بالرحمۃ اللھم نعوذ بک برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک اللھم اذا
اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اللھم نسالک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی یا قیوم ونصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار وشرک کرنے والوں کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکروں سے۔ سیروا فی الارض پھرو زمین میں یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وقائع گذشتہ
میں فکر وغور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معلومات
کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین میں پھرو فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ
کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگوں کا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا ف۔ پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس
حرکت کفر وانکار سے باز آؤ تاکہ عذاب وبدانجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بدانجام پر خوف کریگا
کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ اُنھوں نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے ف۔ قال
فی العرائس قولہ تعالیٰ وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ کافروں نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات وصفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات
والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے میں پڑے ٹاپ رہے ہیں وقد قال تعالیٰ ینظرون الیک
وھم لا یبصرون یعنی آنکھیں پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں۔ پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ میں اشارہ
ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو موقع التباس ہے۔ اور اصلی بیان
اس مقام پر یہ کہ قولہ للبسنا علیھم اے خلط کریں ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی خداع وفریب کی راہ نہ جانیں جیسا کہ ان کی مراد ہے اور انکا
مکر انھیں کی گردن پر لوٹ پڑے اور تردد کی تاریکی میں پھرتے پھریں قولہ ولقد استھزئ برسل من قبلک۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے جاہلون کے حال سے خبر دی کہ جب انھون نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انہین آثار جلال الٰہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم ح نے کہا کہ جب انھون نے رسولون کے حقوق کو نہ پہچانا اور ان کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُن کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالےٰ

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین مین کہہ اللہ کا ہے۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ

دن قیامت تک اُس مین شک نہین جنھون نے ہاری اپنی جان وہی نہین مانتے اور

لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات مین اور دن مین۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑون اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

اللہ کے سوا کہ جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہین کھلاتا مجکو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قُلْ کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف پس مشرکون کے جھوٹے معبود بھی مملوک الٰہی ہوئے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیا کے جو ان مین ہین یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کس کی ملک ہے قُلْ لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالیٰ کے ہین ف یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہین ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منھ کیا کھولین گے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ دھونت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالیٰ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو تو ضرور کہین گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکون و کافرون پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہین کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاوین۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو الٰہ نہو وہ اسکا مستحق نہین ہوسکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود حق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف کتب بمعنی فرض نہین کیونکہ اوتعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہین ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کردیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک مین ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ لطافت سے مشرکون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے مین چوک ہوگئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمادیگا اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے و کتابین نازل فرمائین و راہ توحید پر دلائل صریح قائم کئے حالانکہ آفاق وانفس مین لاکھون دلائل موجود ہین جو
گواہی دیتے ہین کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے خلق کو مقدر کیا تو ایک
کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگئی میرے غضب پر کمافی الصحیح البخاری و مسلم۔ اور سلمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے آسمان و زمین پیدا کئے تو سو رحمتین پیدا فرمائین اور ان مین سے ایک حصہ دنیا مین لوگون کو ملا کہ جس سے آپس مین ایک
دوسرے پر رحم کرتے ہین (ماں باپ وغیرہ سب) اور ننانوے حصہ قیامت کیواسطے ہین پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنون کیلئے یہ حصہ بھی ملا کر سو
پورے کرکے دیدیے جائینگے رواہ مسلم واحمد وغیرہما اور شرح ان حدیثون کی بہت طول چاہتی ہے اور اولی یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتون کو
بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہے اسمین عقل کو رسائی نہین ورنہ علماء نے جاہلون کے اوہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان
فرمائی ہین پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہ ہوجاوین اور بات کو اپنے
موقع تک رکھین اور حد سے تجاوز نہ کرین بقولہ تعالی۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالی ضرور تم کو یوم قیامت مین
جمع فرمادیگا جسمین کچھ شبہہ نہین ہے ف۔ یہ تاکید باستعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہے اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے
یہ معنی کہ اوتعالی نے ازل مین اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کردیا کہ رحمت فرمادے اور رحمت غالب رہے اسی واسطے تمہاری عمر و رزق کو سنبھال رکھا
اور تم کو مہلت دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لیجمعنکم کو یعنی بتقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز
جمع کرے جزا و سزا دے اور قبول سکے اس عذاب مین جو تمہارے گناہون کے مقابلہ مین سزاوار ہے ماخوذ نہ فرمادے بنا بر قول زجاج رح کے رحمت مکتوبہ
کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر قسم کے
قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اسقدر موکد فرمانا رد ہے مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنْفُسَهُمْ جن لوگون نے خوار و خراب کیا اپنی جانون کو ف۔ باین طور کہ اسکو بد اعتقاد و شرک سے عذاب کے روبرو کردیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
تو ایسے خبیث ایمان نہین لاتے ہین ف۔ اگرچہ یہ جانتے و مانتے ہین کہ بیشک ہم کو اللہ تعالی ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالی ہی کی ہے جو چیز بستی ہے رات مین اور دن مین ف۔ یعنی ہر چیز اسی کی ہے وہی اسکا خالق و مالک ہے اور مدارک وغیرہ
مین ہے کہ قولہ ما سکن اے ما سکن وما تحرک ایضاً یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالی ہی کیواسطے ہے حرکت و سکون باہم متضاد ہین پس
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کرکے دوسری ضد کو ذکر نہین کیا اور رہا یہ کہ سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی
مشرکون پر حجت ہے جو اس وہم مین پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر مین نہین ہے اور اسی وہم پر بتون کے انتظام پر بھروسہ کرتے اور ان کی عبادت
کرتے تھے پس اللہ تعالی نے مصرح رد کردیا کہ رات و دن مین جو مخلوق بے طلب و تردد کے ساکن پڑی ہے وہ بھی اللہ تعالی ہی کی مخلوق اور اسی
کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدی رح نے کہا ولہ ما سکن یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی زمخشری رح نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو
مرجح قرار دیا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ جس پر آفتاب طلوع و غروب ہو وہ رات و دن کے ساکن مین سے ہے پس مراد اس سے تمام وہ چیزین ہین جو
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہین خواہ کہین ہون اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ہر جاندار آسمان و زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک ہین۔ بالجملہ
اس مین اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک وہی ہے اکیلا معبود اللہ تعالی ہے اور مشرکون و کافرون
و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہے یا وہ قادر و مختار نہین یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہو سب غلط و کفر و جہالت ہو وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے - وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی وہی خوب سننے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ ف اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب مین شرک و کفر لے یا کرے - اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتون کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا - قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا کہدے ان جاہل مشرکون سے کہ کیا اللہ تعالی کے سوائے کسی چیز کو مین ولی بنالون ف یعنی معبود بنالون - اور یہ استفہام انکاری ہو اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناؤنگا فقط اللہ تعالی ہی کو معبود بناؤنگا جسکی یہ شان ہے فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمانون و زمین کو - دونون کو ابداع کرنے والا ہے ف یعنی دونون کو اُس نے بدون مثال سابق کے ایجاد کردیا - وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ رزق دیتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور رزق دیا نہین جاتا ف یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہین ہے - قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ کہدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین ہی پہلا وہ شخص ہون جو اسلام لایا ف یعنی اللہ تعالی کیواسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت مین سب سے اول مین ہی مسلمان ہون - وَلَا تَكُونَنَّ - اے وقیل لی - لاتکونن - مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز مت ہونا ان لوگون مین سے جو اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنیوالے ہین ف یہ عطف ہو امرت پر بتقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عطف ہو یعنی ایسا ایسا کہدے اور مشرکین مین سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر نہی کا عطف روا رکھا ہے - اور آنحضرت صلعم اگرچہ مشرک ہو نہین سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہون قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي یعنی عصیان بایں طور کہ غیر کی عبادت کرون - عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ - ہو یوم القیامۃ - یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہو معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر مین اپنے رب کی نافرمانی کرکے غیر کی عبادت کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے - بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہان علم ہے یعنی مین جانتا ہون کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کرون کہ غیر کی عبادت کرون تو عذاب روز قیامت مین گرفتار ہونگا - مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مراد اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہو پس معنی یہ کہ مین جانتا ہون لہذا خوف کرتا ہون کہ نافرمانی کرون تو عذاب ہوگا اور علم مورث خوف ہو چنانچہ فرمایا - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اللہ تعالی سے ڈرنیوالے اسکے بندون مین سے وہی ہین جو علم والے ہین اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردد نہین بلکہ غیر کی عبادت مین قطعی عذاب جانتا ہون - مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ اکثر قراء کی قراءۃ مین یصرف بصیغہ مجہول ہو یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھیرا گیا اس عذاب سے اس روز قیامت مین یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا - فَقَدْ رَحِمَهُ - تو اللہ تعالی نے اسپر رحم کیا ف یعنی اس کے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا - اور حمزہ و کسائی و ابوبکر نے یصرف بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھیرا اُس سے اللہ تعالی نے اس روز عذاب کو تو اسپر رحم کیا - وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ - اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے ف فی العرائس قولہ - قل انی امرت ان اکون اول من اسلم - اشارہ ہو کہ فطرت ذاتی مین سب سے اول مین تھا پس اسوقت جبکہ وجود مین کوئی نہ تھا مجھکو حکم ہوا کہ عبودیت مین سب سے اول ہون - بعض نے کہا کہ ظہور حق مین اول منقاد ہون - ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت مین پہلا خضوع کرنے والا مین ہون -

جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضاء و قدر کا اول تسلیم کرنے والا مین ہون -

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اُٹھاوے سواے اسکے اور اگر تجھکو پہونچا دے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اُسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندون پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا

تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمھارے بیچ اور اُترا ہے مجکو یہ

الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کرون اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہین

قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

تو کہ مین نگواہی دونگا تو کہ وہی ہے معبود ایک اور مین قبول نہین رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو جنھون نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

وہی نہین مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلاوے اُسکی آیتین مقرر بھلا نہین پاتے گنہگار

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ - اور اگر اللہ تعالی تجھے ضرر پہونچاوے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر بمعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالی کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے۔ فَلَا كَاشِفَ لَهُ تو کوئی اس بلا کا اٹھانے والا نہین۔ إِلَّا هُوَ۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالی۔ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ اور اگر اللہ تعالی تجھے خیر پہونچاوے مانند صحت و تونگری وغیرہ کے۔ تو وہ قدیر ہے۔ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی کوئی قدرت نہین رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے۔ حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے۔ اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ اے پروردگار کوئی روکنے والا نہین جو تونے دیا اور کوئی دینے والا نہین جو تونے روکا اور نہین نافع ہے صاحب دولت کو ثروت تیری قضا و قدر سے عن ابن عباس۔ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے مین تجکو کلمات سکھلاتا ہون محفوظ رکھ اللہ تعالی تجھے محفوظ رکھے۔ یاد رکھ اللہ تعالی کو اپنے مواجہہ مین پاویگا جب کچھ مانگ تو اللہ تعالی ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہین پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے حق مین لکھدیا ہے اور اگر سب اُمت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہین پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے اوپر لکھدیا ہے قلم اٹھالئے گئے اور نامہائے تقدیر خشک ہو چکے رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ اور زیادہ کیا کہ آسانی مین تو اللہ تعالی کو یاد رکھ وہ تعالی تجکو تکلیف و سختی مین محفوظ فرماویگا الحدیث رواہ احمد۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ۔ وہی قاہر ہے بندون کے اوپر ف فوقیت یہان مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نکر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز مین عاجز نہ ہو۔ قاہر مین ایک معنی زائد ہین بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے نہ کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے۔ حاصل آنکہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ مین مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر بمعنی مستعبد ہے یعنی بندون سے عبودیت لینے والا۔ اور یہ معنی بھی عمدہ ہین کیونکہ جبر اسکی تقدیر و مشیت مین جاری ہوا ہر بندہ اسپر جاری ہے

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف۔ یعنی مخلوق
مین جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک
کو اس کے لائق دیا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابون والے
انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے۔
قُلِ اللَّهُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے ف۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہین صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی
یہ اللہ اکبر شہادۃ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شَهِيدٌ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ وہ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے ف۔ پس مبتدا محذوف ہے کلام یہان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر ای شئی کے
جواب مین جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شئی کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شئی کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہے اور اس سے
متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہین بعض نے کہا کہ جواب یون ہے کہ قل اللہ شہید بینی و بینکم۔ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان شاہد
ہے اس سے ثبوت نہین ہے تاکہ شئی کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت مین کون چیز سب سے
بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمھارے و میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار
کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل پر شئی کا اطلاق کیا جاوے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ واللہ علیٰ کل شئی قدیر مین سے ذات
باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شئی کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار
کیا اُسپر لازم نہین ہے کیونکہ شئی مین ذات باری تعالیٰ عزوجل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئی و موجود و ممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات
ہین کہ ذات باری تعالیٰ عزوجل کے بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما و من موصولات مین سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے
ہین جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب مین قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا
حالانکہ وہ تعالیٰ عزوجل عقلون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان
ہے فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے و مشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو وہ تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت
صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کردئے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعویٰ پر گواہی لائے اور بالاجماع
خالق اشیاء وہ تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے
بلکہ بفعل اقویٰ ہے کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید
معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ
لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈرسناؤن اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف۔ یہ خطاب اہل مکہ
کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے مین ڈرسناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو
یا جن ہو۔ اسمین صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم بہ۔ مراد عرب ہین اور
من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین۔ اور انس رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ
روم و بادشاہ نجاشی و ہر کسریٰ کو خط لکھا اور اُن کو اللہ عزوجل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔

رواہ ابن مردویہ ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ قیصر ہے اور نیز آمین صریح دلیل ہے کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہون سب کے
حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہے اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین ۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا
مین نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی ۔ رواہ ابن النجار والخطیب وابونعیم ۔ محمد بن کعب رح نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے
نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین ۔ اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر ۔ عن قتادہ مرسلاً آنحضرت
صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو ۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا ۔ رواہ عبد الرزاق
اور ربیع بن انس نے کہا کہ جسنے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف
بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے ۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف
سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ ۔ رواہ البخاری عن ابن مسعودؓ مین نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے
اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پہونچی ۔ رواہ الترمذی
وغیرہ ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچاتا ہے ۔ پھر اہل مکہ و مشرکون
کو فہمائش کی ۔ کہ اپنے خیالات واوہام شرک ترک کرین اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانین ۔ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ
مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے اللہ ہین ۔ قُلْ لَا أَشْهَدُ کہدے
کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہے وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ
اور کہدے کہ مین بری ہون اُس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو مین سب سے
بیزار ہون پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا
رد فرمایا اور حاصل آنکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا ۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
الْكِتَابَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی ف یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنابر اینکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ
علمائے یہود جو توریت جانتے ہین اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہین ۔ يَعْرِفُونَهُ وہ سب محمد کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا
یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب مین مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۔ جیسے اپنے
بیٹون کو پہچانتے ہین ف اُنکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب رسولون نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت
مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا ۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب
مین سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہے فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ
بات نہین کہ پہچانتے نہ ہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا ۔ وَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
باین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود دیا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو
بیٹا کہتے ہین ۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو ۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہین پھر اگر کوئی اِن دونون کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا اِنّہٗ ضمیر شان ہے لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی جن لوگون نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا
ہو وہ فلاح نہین پاوینگے ف۔ فی العرائس قوله تعالیٰ وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف له الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو مضرت پہونچے
تو اسکا کھولنے والا کوئی نہین سوائے اسکے کہ اوتعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھولدے جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرہ اول تیرے
دل مین خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجکو اس بلا مین کافی ہے اس مصیبت کے
دور کرنے مین کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ
جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہین ہوسکتا وہ خود مجبور ہے۔ اُستاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجکو بلا مین ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا
ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہین اور افعال مین سے کوئی یہ لیاقت نہین رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قوله وہو القاہر فوق عبادہ حسین رح نے کہا
کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو۔ اور بعض نے کہا کہ جیسے بندون کو موت و فنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہین ویسے ہی اُن کو ایجاد و اظہار مین
مقہور کیا۔ قال المترجم وفی الحدیث وما من نسمة کائنة الی یوم القیامة الا وہو کائن فیہا یعنی جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور
اسمین پیدا ہوجائیگا۔ قوله قل ای شئ اکبر شہادة۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز مین شہود نہین کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور
ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہوچکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہے کہ امر کا جواب
امر سے ہے بقوله قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے منکر
ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و غباوت سے اُن کو کچھ نہین سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شئ اکبر شہادة۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح
کردی بقوله قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق مین شہادت صغریٰ تھی۔ بالجملہ جس نے
شہادت کبریٰ کو نہین دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل مین اندھا کردیا گیا ہے وہ ہر
شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہین ہے جو ازل
مین حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقوله قل ای شئ اکبر شہادة قل اللّٰہ۔ قوله الذین آتینٰہم الکتٰب یعرفونہ حضرت حق عزوجل نے فرمایا کہ یہودی
خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو اُن علامات صحیحہ سے جو اُنھون نے توریت مین آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نعت و صفت و سچے معجزات سے
مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہین پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرہ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب تھے
اسی واسطے اپنی جبلت غضب مین گرفتار ہوکر دنیا کی محبت مین پڑے اور باپ دادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ
رضی اللّٰہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدمون کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین و یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ ذی اثر کے
وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہین دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہین کہ آنکھون دیکھی بات ہے کہ آب دہن مبارک اُنکو عطر سے افضل و بہتر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ

اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہین گے شریک والون کو کہان ہین شریک تمھارے جن کا تم

تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہے گی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہین گے قسم اللّٰہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

اُنظُر کَیفَ کَذَبُوا عَلٰٓی اَنفُسِہِم وَضَلَّ عَنہُم مَّا کَانُوا یَفتَرُونَ ۝ وَمِنہُم مَّن

دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے اُن مین

یَّستَمِعُ اِلَیکَ ج وَجَعَلنَا عَلٰی قُلُوبِہِم اَکِنَّۃً اَن یَّفقَہُوہُ وَفِیٓ اٰذَانِہِم وَقرًا ط وَاِن

کان رکھتے ہین تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلون پر غلاف رکھے ہین کہ اُس کو نہ سمجھین اور اُن کے کانون پر بوجھ اور اگر

یَّرَوا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤمِنُوا بِہَا ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوکَ یُجَادِلُونَکَ یَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُوٓا اِن ہٰذَآ

دیکھین ساری نشانیان یقین نہ لاوین اُنپر جب تک آوین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہین وہ منکر یہ کچھ نہین

اِلَّآ اَسَاطِیرُ الاَوَّلِینَ ۝ وَہُم یَنہَونَ عَنہُ وَیَنـَٔونَ عَنہُ ج وَاِن یُّہلِکُونَ اِلَّآ اَنفُسَہُم وَمَا یَشعُرُونَ ۝

مگر نقلین ہین اگلون کی اور وہ اس سے منع کرتے ہین اور اس سے بھاگتے ہین اور ہلاک کرتے نہین مگر آپ کو اور نہین سمجھتے -

وَیَومَ نَحشُرُہُم جَمِیعًا - ذکر کر دے جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون وکافرون کو سب کو ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِینَ اَشرَکُوٓا پھر ہم مشرکون سے فرماوینگے ف یعنی جو مشرک مرے ہین - اَینَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِینَ کُنتُم تَزعُمُونَ - تمھارے وہ شرکا کہان ہین جن کو تم زعم کرتے تھے ف کہ وے شریک ہین اللہ تعالیٰ کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہی یعنی وہ تمھارے شرکا کہان ہین لاو جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہی کہ جملہ زعم باطل اُس دن نکل جاوینگے - ثُمَّ لَم تَکُن بتار فوقانیہ قراۃ ابن کثیر وابن عامر وعاصم ونافع ہی - اور لم یکن بیار تحتانیہ باقیون کی قراۃ ہے فِتنَتُہُم بنصب وبرفع دونون قراۃ ہین پس بیار تحتیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتار فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہی اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے اِلَّآ اَن قَالُوا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشرِکِینَ - مین اکثر کی قراۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہی اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ مین بنصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا بقوت مصدر اے قولہم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسر کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتہم الا قولہم واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی جب اُن سے شرکا مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر اُن کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول اور دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم اُن کو شریک نہین بناتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطار خراسانی وقتادہ وابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ معذرتہم اے حجتہم - حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھین گے وہ یہ دروغ ہوگا - شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہی کہ ثم لم یکن قیلہم عند فتنتنا ایاہم اعتذارا عما سلف منہم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ یعنی جب ہم فتنہ مین ڈالین گے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہوگی سوائے اس کے کہ کہین گے کہ واللہ ہم مشرک تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ مین پڑتا ہے پھر اسکو محنت ومشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہو جاتا ہے تو اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس اُن کے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا الخ - اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یکتمون اللہ حدیثا - حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھین گے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنی اہل توحید پابند صوم وصلوۃ) کے تو آپس مین کہین گے کہ آؤ ہم بھی

شرک سے منکر ہو جاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے
پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم
مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۔ چشم بصیرت و غور سے
تامل کر کے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ اور غائب
ہو گیا یعنی گم ہو گیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف۔ کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شریک بناتے تھے بیضاوی
نے کہا کہ شدت عذاب و ہول قیامت سے دہشت و حیرت مین ہو کر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھاوینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے
ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ و ظاہر پر
محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید و اسلام سے او تعالیٰ عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان
و ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین
جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم و اسفندیار کی داستان بیان
کی ہین تو ابوسفیان نے کہا کہ مین تو اللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اَكِنَّةً ۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہو جاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسیواسطے
مفسر رح نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے بمعنی ڈھانپ لینے والی۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کر دیئے تاکہ
قرآن کو نہ سمجھین اور تیز کر دیا ہم نے۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ اُن کے کانون مین وقر کو یعنی کان مین بہراپن کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا
نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب و پردے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے
وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کر دی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و احمق
واندھے ہین۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف۔ حتی کہ قیامت مین جب کہین گے
کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرمادیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جا کر یہی کروگے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار
کی وہ مقہور بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام
حکمت کو کیونکر محیط ہو سکتا ہے قرآن مین خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت
کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے ؎ بین کہ موسیٰ باہمہ نور نظر ۔ شد از ان محجوب تو بے پر مپر ۔ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا
جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے درواقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابوجہل و اسکے مثل کو فرمایا
کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لائین گے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف۔
چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر
اکاذیب اگلون کے ف۔ یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہین ہے مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسر رح نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و تُرّہات ہین یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتین۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ اساطیر الاولین اے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر التزام دروغ بکتے تھے اور آیات مین دلیل ہے کہ یعنی اگلون کے قصے ہین بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ۔ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہین۔ ف لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہین۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہے یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہین۔ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ۔ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہین ف۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہین و قولہ ینأون عنہ یعنی چھوڑتے نہین کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرون کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسر رح نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ کہا گیا کہ ابوطالب کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہین لاتے تھے۔ قال ابن کثیر رح اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسر رح نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہین بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیون ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہین اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم مین ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہین۔ قال المترجم جواب یون ممکن ہے کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہے کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابوطالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیر رح نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہین کیونکہ قصہ حضرت ابراہیم مین حضرت جبرئیل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کما فی قولہ۔ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہین اگرچہ یہان مقام تعظیم نہین ہے مگر آنکہ یون کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کما فی قول امرء القیس ؎ قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ۔ علاوہ برین حضرت عباس رض سے روایت ہے کہ اس کا نزول ابوطالب کے حق مین ہوا جو مشرکون کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولاً و صححہ۔ اسی واسطے مفسر رح نے مابعد مین ہلاکت کو فقط نامے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگون کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونون موجب ہلاکت ہین۔ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ حالانکہ یہ لوگ نہین ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف۔ کیونکہ اس کا ضرر انھین پر پڑتا ہے کیونکہ کافر مشرک مرکر جہنم مین جاوینگے وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ ولیکن اسکا شعور نہین رکھتے ف۔ باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانورون سے بدتر ہین ف۔ فی العرائس قولہ ومنہم من یستمع الیک الی قولہ لا یؤمنوا بہا۔ ان لوگون کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہین سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانون مین ٹھینٹھر تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھون پر غشاوت

غرور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطاء رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے ۔ واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تاریکیوں میں متردد پھرتا ہے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہے تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے ۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں اے کاشکے ہم کو پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں اور رہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا

ایمان والوں میں　کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے　پہلے　اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں　اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی　دنیا کی اور ہمسکو پھر

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ

نہیں اُٹھنا　اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے　فرمایا　اب　یہ سچ نہیں

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی　فرمایا تو چکھو　عذاب　بدلا　اپنے　کفر　کا

ع ۱۰/۳ ۹

وَلَوْ تَرٰىٓ اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو ۔ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ کہ جب یہ کفار آگ پر کھڑے کئے جاوینگے ف بعض نے کہا کہ علیٰ بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کئے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کئے جاوینگے فَقَالُوْا بسبب خوف عذاب کے کہیں گے يٰلَيْتَنَا اے کاش ف ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ نُرَدُّ ہم دنیا میں پھیرے جاتے ۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتے ف یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے ۔ واضح ہو کہ لا نکذب و نکون میں تین قراۃ ہیں اول دونوں کا رفع اور دوم دونوں کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے پس کسائی و اہل مدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا بایں طور کہ یہ جواب ہے تمنی کا اور واو کے بعد ان مقدر ہے اور اکثر قرا کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ استیناف ہے اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ ونحن لا نکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثابت ہیں خواہ پھیرے جاویں یا نہ پھیرے جاویں اور ابوعمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تمنی میں داخل نہیں کیونکہ تمنی میں جو جملہ انشائیہ ہے تکذیب نہیں ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلوں یعنی نرد اور نکذب کو تمنی میں داخل کیا اور نکون کو نصب پڑھا ۔ بالجملہ جواب لو کا محذوف ہے بانند لرایت امرا عظیما ۔ کے یعنی لو تراہم اذ وقفوا علی النار لرایت امرا عظیما یا لرایتہم فی سوء حال یعنی تو اگر دیکھتا جب یہ لوگ قیامت میں دوزخ پر پیش کئے جاوینگے قطعا تو تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم یعنی نہایت ہی بدحال ۔ حاصل یہ کہ اس حالت میں کہ ہولناک عذاب معاینہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں واپس بھیجے جاتے اور اب کبھی پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کرتے اور مومن ہو جاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ اضراب ہے یعنی ارادۂ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہے یعنی ارادہ ایمان نہیں ہے بلکہ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپاتے تھے ۔ کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہم تو انکار کرتے تھے

نہین تھے۔ بایں طور کہ زبان بند ہوگئی اور اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ **قال ابن کثیر رحمہ اللہ** اور احتمال ہے کہ
دنیا مین جو انبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے مگر بیباکی سے پرواہ نہین کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ
فرعون کے قرآن مجید مین ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات
کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کیلیئے بھیجا ہے۔ ھ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ۔ یعنی
جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہون جو لوگون پر ایمان ظاہر کرتے اور دل مین کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہین ہوتا کہ
آیت مکیہ ہے اور منافقین مدینہ مین تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہین بلکہ قیامت مین ہوگا تو اس درمیان مین خود منافق
ہو چکے اور خود سورہ عنکبوت مین جو مکیہ ہے صاف فرمایا۔ ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ۔ **قال المترجم** یہ توضیح ہے و لیکن
یہان انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین
کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ بھی شامل ہین۔ کما قال **فی المدرک** کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جانکر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ
کے حق مین اُسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس
حسن اسلوب سے ایک آیت مین ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہین ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا اُن کے حق مین ایک گونہ اظہر ہے کہ
پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو اُنھون نے دنیا مین لوٹ جانے و عدم تکذیب
کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کردیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہین کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا
تو یہ بکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال مین بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اسپر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت
ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہین ہے اور رد کردیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ ولو ردوا۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا مین لوٹائے جاتے تو۔
لعادوا لما نھوا عنہ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ وانہم لکذبون۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہین
اس دعوی مین کہ ہم ایمان لائین گے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہے۔ ف۔ عن قتادہؒ اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا مین پہونچادیتا جو مثل دنیا ے سابق
کے ہوتی جسمین پہلے تھے تو بھی اپنے بداعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے۔ **قال ابن عباس رضی اللہ** تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے
جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قبل فی قولہ انہم لکاذبون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ
ازل مین وحدانیت الٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا مین پیدا ہو کر منکر ہوگئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان
سامنے ہوتا۔ وقالوا یعنی منکرین بعث نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہین کہ قیامت کیواسطے مردے اُٹھائے جاوین گے
اُنھون نے کہا ان ھی۔ ماہی الحیوۃ۔ نہین ہے یہ زندہ ہونا۔ الا حیاتنا الدنیا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وما نحن ب
مبعوثین۔ اور ہم معبوث ہونے والے نہین ہین ف۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا
الی الشرک و لقالوا بعدم البعث۔ یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہین ہے
اور یہی مدارک مین نسفیؒ نے اختیار کیا ہے۔ ولو تری اذ وقفوا علی ربہم۔ لرایت امرا عظیما۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائین گے
مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ تو ایک امر عظیم دیکھے۔ قال الیس ھذا بالحق۔ فرماویگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہین بلکہ ملائکہ
کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکون سے کہین گے ان کو ملامت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہین ہے یہ بعث و حساب

جو تم نے آنکھون دیکھ لیا برحق واقعی پس یہ استفہام توبیخی ہی اور مشرکین کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اٹھائے جانے سے منکر ہین وہ اس توبیخ کے جواب مین عرض کرینگے۔ قالوا بلیٰ وربنا یعنی کہین گے ہان برحق ہی قسم اپنے پروردگار کی۔ قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا مین جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمین تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدالھم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکون نے دنیا مین کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہین پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید و ایمان پر ہوجاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان و توحید فقط اتنی بات ہی کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہی جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عزوجل ہی کہ اس راہ پر نہین آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہین پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمین تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت مین سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت مین پہچانتے تو معارف مین پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری ہی معرفت ہی اور یہ مقام اُن کے سینون ہی مین تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیون کی شہوت مین بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہین ہی کہ جس کو غیبی کھٹکا والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دلوے جس سے رضائے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہی اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سُن لیتا ہے لیکن اپنے دل مین خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت مین زیادہ گرفتار ہونے سے قلب کو پردہ ظلمت مین ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل مین خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہی اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل مین اسکو جان ضرور جاتا ہی اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہی کہ پروا نہین کرتا ہی پس اللہ تعالیٰ نے قیامت مین وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دئے۔ بعض نے فرمایا کہ اُنکے علم کے قلب جو اسرار ان مین خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس نوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغاباز عالم بھی اسکے اشارے مین شامل ہین کہ لوگون کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور باخدا دکھلاتے اور دل مین خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو اُنکا یہ فریب مکر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندون سچے مومنون کے مقابلہ مین اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربھم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہان وقوف قہری مراد ہی اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق مین کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ ط حتیٰ اذا جاءتھم الساعۃ بغتۃ قالوا

خراب ہوئے جنھون نے جھوٹھ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہونچے اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

یحسرتنا علیٰ ما فرطنا فیھا وھم یحملون اوزارھم علیٰ ظھورھم ط الا

اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس مین اور وہ اٹھاتے ہین اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سُنتا ہے

ساء ما یزرون ○ وما الحیوۃ الدنیا الا لعب و لھو ط و للدار الاخرۃ خیر للذین

بُرے بوجھ ہین جو اٹھاتے ہین اور کچھ نہین دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

یتقون ط افلا تعقلون ○

ڈر والون کو کیا تم کو سمجھ نہین۔

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث وحشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا ۔ اور وہ تجارت
وصفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہی ۔ وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر وشرک لیا اور حشر وقیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقار بلاقات اور
اسمین دلالت ہی کہ قیامت مین دیدار باری تعالی مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ سے منصوص وقطعی ثابت ہی اور مفسرؒ نے کہا
کہ لقار الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث وحشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہی وہ دیدار سے منکر ہی ۔ قال تعالی ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ
كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللّٰهِ ۔ جن لوگون نے لقار الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے ف ۔ اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہی لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہی کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰی إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۔ یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی ۔ ف ۔ یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہی ای مقدمات الساعۃ ۔ حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقار الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہی یا قیامت آگئی ۔ قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا ۔ تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہی اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا با این معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہی تو حاضر ہو ۔ والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا ۔ اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہی یا بجانب
دنیا راجع ہی کیونکہ وہ محل تفریط ہی ۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہی کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر وتفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے ۔ اور ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہی جسکا بیان فی قولہ تعالی یا حسرتنا مین مذکور ہی ۔ رواہ ابن جریرؒ وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح ۔ بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ ۔ وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ
یہ لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف ۔ باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہوجاوینگے ۔ اور یہ معنی جو مفسرؒ نے
ذکر کئے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہی کیونکہ افعال کفار ومشرکین نہایت خبیث وقبیح تھے اور سدیؒ کی روایت مین ہی کہ اس
بدشکل وبدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث وحشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالی ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرمادے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیات
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا وآخرت مین جہان بدلا ہوا ہی پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہی اور حکمائے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسپر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہی کہ قیامت ودار آخرت مین نماز وروزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور اُن کا وزن ہوگا اور اہل عقل
واہل علم اس امر مین اتفاق رکھتے ہین ہان اس امر مین بعضے ملحد وجاہل ایسے ہین کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہین پہونچی ہی

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہو انکار کرتا ہو اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہو فتذکر۔ اور بعض علمانے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہو اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادلے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہو کیونکہ وہ بار امور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے لیتے دور نہ ہون گے اور تخصیص علی ظہورہم کی کنایہ کثرت وشدت سے ہو کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر وکندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہو پس اُن کے شرک و انکار بعث وحشر واسپر مبنی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہو سکتے ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہو جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لاد رہے ہین۔ قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمائش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ یعنی نہین ہو اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۔ مگر لہو و لعب ف۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو ولعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہو بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو ولعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہو بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی وصلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد آلہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ ۔ لام تاکید ہو اور مراد جنت ہو اور ابن عامر نے ولدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے۔ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۔ ان بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آوین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغۂ غائب موافق اکثر قاریون کے قرأۃ کے ہو اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بصیغۂ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب تہدید کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث وحشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا ۔ اور وہ تجارت
وصفقہ ہے یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہے ۔ وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتھم یعنی ایمان کے بدلے کفر وشرک لیا اور حشر وقیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقار ملاقات اور
اسمین دلالت ہے کہ قیامت مین دیدار باری تعالی مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ سے منصوص وقطعی ثابت ہے اور مفسر رح نے کہا
کہ لقار الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث وحشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے ۔ قال تعالیٰ ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۔ جن لوگون نے لقار الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے ف ۔ اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۔ یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی ۔ ف ۔ یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ ۔ حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقار الٰہی کو بطور انکار البعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہے یا قیامت آگئی ۔ قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۔ تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو ۔ والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا ۔ اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب
دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے ۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر وتفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے ۔ اور ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالیٰ یا حسرتنا مین مذکور ہے ۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح ۔ بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ ۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف ۔ بایں طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہوجاوینگے ۔ اور یہ معنی جو مفسر رح نے
ذکر کیے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہے کیونکہ اعمال کفار ومشرکین نہایت خبیث وقبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہے کہ اس
بدشکل وبدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث وحشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرمادے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیات
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا وآخرت مین جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکماے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسپر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ بحث ثابت کی ہے کہ قیامت دار آخرت مین نماز وروزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل
واہل علم اس امر پر اتفاق رکھتے ہین ہان اس زمانہ مین بعضے محدود وجہال ایسے ہین کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہین پہونچی ہے

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر - اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادلے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار اُمور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے لیسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و اسپر مبنی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہو سکتے ہین - اَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ - آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لاد رہے ہین - قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا - یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا چنانچہ فرمایا - وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ - مگر لہو و لعب ف - یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب اُمور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا - اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے - وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ - لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامرؒ نے ولدار الآخرۃ - باضافت پڑھا ہے ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ - یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے - لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ - ان بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین - اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ - ذلک فیومنون - کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آدین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغۂ غائب موافق اکثر قاریون کے قراۃ کے ہے اور نافع و ابن عامرؒ نے تعقلون بصیغۂ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کیساتھ غضب کو بھی شعر ہے - فافہم -

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجھکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجھکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجھکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ
تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین مین یا کوئی سیڑھی آسمان مین پھر اُن کو لادے

بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کرلاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو ناد انون مین

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝
مانتے وہ ہین جو سنتے ہین اور مُردون کو اُٹھا دیگا اللہ پھر اُس کی طرف جاوینگے

قَدْ نَعْلَمُ - اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے یعنی قد علمنا - اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہے کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہے - اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ یعنی ہم کو معلوم ہے یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہوجاوین قد قال تعالیٰ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین - اور یہ فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بہذا الحدیث اسفا - اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم - حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ انکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہے لیکن تو غم مت کھا - فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ - کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور بتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسر رح نے معنی یہ بیان کیے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آئندہ جو تکذیب مذکور ہے وہ زبانی تکذیب ہے پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر مین بیان ہے کہ قراۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو کہتا ہے اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہے اور قراۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہے کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا - اور ابخلت فلانا یعنی مین نے اسکو بخیل پایا - پس لا یکذبونک بتخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے - حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام الٰہی تو لایا ہے اسکی طرف راجع ہے - قال الشیخ ابن کثیر رح یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - اس کو حاکم رح نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے برشرط بخاری و مسلم - اور ابویزید مدنی رح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ مین تجھے کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہے و لیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابویزید رح نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم - اور قتادہ و ابوصالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین - اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراۃ سننے کو ابوجہل و ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے
اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چلدیئے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو
ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اس نے بیان کردیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین
سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جوانان قریش یہ بات سنین اور جانین تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی
ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر ان کو اکٹھا کردیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آئندہ
ایسا نہ کرنے پر عہد کرلیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا
اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اسمین تیری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ
بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے ان کو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ ان سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ ان کے معنی و مراد نہین پہچانتا
ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے
اس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبدمناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس انھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا
اور انھون نے بار اٹھایا ہم نے بار اٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم
اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑ کر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ
سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین زیادہ
احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ نبی ہے تو آج اس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم
ابھی جلدی مت کرو تا مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کرون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل
سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری اے محمدؐ تو
واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنوقصی تمام اچھی باتین لواء وسقایت وخانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی
لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
جھوٹا نہین جانتے تھے ولیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ وبدا لہم ما کانوا یخفون من
قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف
یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو
ان کی امت نے جھٹلایا۔ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا۔ پس ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور ان کے
ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب و ایذا پر صبر کرتے رہے حَتّٰى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔ یہان تک کہ ان کو ہماری نصرت
پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک و زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ اور اللہ تعالی کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدہ فتح ونصرت جو بندگان مومنین کیواسطے
عموماً موعود ہے اسکا مبدل کوئی نہین ہے کما قال تعالی۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔
یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلیے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور ہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھدیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے۔ پس اسمین خبر غیب و وعدہ فتح و نصرت ہی۔ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے پس وہی سنت آلہی جاری ہی تجکو صبر و اطمینان رکھنا چاہیئے اور مِن تبعیضیہ ہی کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و نصرت رسل عموما معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہی کہ عموم نصرت مراد ہی۔ فافہم۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین اُن کو دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا وسیع ہوجاوے اور کوہ صفا سونے کا ہو جاوے بالجملہ عناد و ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وان کان کبر علیک اعراضهم۔ اگر تجھ پر اُن کا منھ موڑنا گران گزرتا ہی پس۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ۔ اگر استطاعت ہی تجکو کہ سرداب زمین مین ڈھونڈھے ف۔ تاکہ تحت الثریٰ کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو مانگین اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ یا سیڑھی کہ آسمان مین لگاوے۔ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ۔ پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف۔ جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر۔ اس سے تعلیق بمحال مقصود ہے اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت و وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہی حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا یہ سابقہ علم ازلی ہی کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہی اور وہ ضرور ہونے والا ہی اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادہ آلہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہی تو کر۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے امکان مین نہین ہی پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر آلہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت آلہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدودہین سب مسلمان ہو جاوینگے یا نہ ہون گے ولیکن خبر دیدی کہ قطعا سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کرسکتا کہ چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب کے سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی اسپر عمل واجب ہی کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وار ڈٹے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت آلہی کا مشاہدہ کرین اور غم نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت آلہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کرسکتی ہے اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف۔ تو وہ سب بات پر قادر ہی ولیکن اُسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہی اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہی۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف۔ کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہی اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑدے اور چونکہ آنحضرت صلعم کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہی تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین اُنکو پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ
الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۔ یعنی تیری پکار و دعوت کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھاویگا۔ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدیٰ مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین
سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
(یعنی ازل مین بالوح محفوظ مین)
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر
ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل لقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی
یوحی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین و حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام یہان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کر سکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین الٰہی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم الٰہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قراأت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین اور اسیواسطے جن قراأت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل۔ یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین الٰہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورہ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی تنا و صفت فہم الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور مابعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشع و تزید
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہون تو نہین دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہوگئی اور یہ بات اورون کو
حاصل تھی پس اُن کو بعض مین بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھاتا لیے جاتا
تھا اور چونکہ فہم اصل ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالون کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھین اور خود
مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ مین قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہین فرمایا کہ تحقیق یون ہے اسواسطے
کہ یہ لوگ عاقل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ مین سوائے چشم حیران
و دیدہ گریان کے کچھ نہین دیکھتا نہ فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود و نصاری مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ طوطی صفت
اور ٹٹولتے ہین اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہین اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہین کیونکہ توحید و تقوی و اسرار سنت سے پیچھے
پڑے ہین اللہم ایدنا بالاید المتین ووفقنا وانت ارحم الراحمین - اہل معرفت علما جو محض ظاہر یہ طریقہ نہین رکھتے ہین وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز
پر یقین رکھتے ہین کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونون کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ
منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی
نہین کہ حواس کے کانون سے نہین سنتے کیونکہ وہ بہرے نہین تھے بلکہ یہ معنی ہین کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہین سنتے تھے - ابن
عطار نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہین اور یہ اہل خطاب و قبولیت ہین اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی
لوگ مخلوق کے مردے ہین - **قال المترجم** آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف مین صحیح ہوا کہ مردے پر قبر مین جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن
وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونون جن و انسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب
کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے -

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ
اور کہتے ہین کیون نہین اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ
آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ
نشانی ولیکن اُن بہتون کو سمجھ نہین اور کوئی ہلتا نہین زمین مین نہ جانور ہے کہ
يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ
اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہے تمہاری طرح چھوڑی نہین ہم نے لکھنے مین کوئی چیز پھر اپنے رب کی
إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ط
طرف اکٹھے ہون گے اور وہ جو جھٹلاتے ہین ہماری آیتین بہرے اور گونگے ہین اندھیرون مین -
مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ط وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝
جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

وَقَالُوا اور کہا کفار مکہ بت پرستون نے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ - کیون نہین اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت
یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام وعصائے موسی ومائدہ عیسی

کہ ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے
ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نہ انین اور تعنت سے
ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ - قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً یعنی کہدے ان ہٹ دہرمون سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اُتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو
اسی کو نازل کردے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے
لیکن اسوقت مین امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوین گے جبکہ اُن کے حق
مین کفر مقدر ہے تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت الٰہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن ان مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لائے
تو ضرور ہلاک ہون گے جیسا کہ طریقہ الٰہی جاری ہو چکا اور قوم صالح بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام
کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی
آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت و عناد
سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تنصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیۃ - مین ابن کثیر نے ینزل از انزال پڑھا اور
باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر
آگے کے کلام مین اشارہ ہے - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ من زائدہ ہے بغرض شمول استغراق کے - اور دابۃ مذکر و مؤنث دونون بولا جاتا ہے اور وہ ہر جاندار
جو زمین پر چلتا ہو - فِی الْاَرْضِ متعلق بدابۃ ہے در اصل وبیبۃ از دب یدب ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ
جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرین کیونکہ عرب
طیران کو جلدی و سرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طریا ہذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ
سے رفع کردیا کہ مجاز امراد نہین ہے معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے
اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ - مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل اُمتین ہین ف اور مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش و رزق و حالات بھی مقدر
ہین جیسے تمھارے مقدر ہین عن مجاہدؒ ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہؒ پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت
ہے - عن السدیؒ تمھارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہؒ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون
کو پھاڑ ڈالتا ہے اور سور حرامی نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندون مین ہین دیکھو تفسیر ابن کثیر - اور حدیث مین ہے کہ اگر کتا
منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک تنگ کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم
کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت
اسلامیہ صدہا کروڑ ہوئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازیؒ نے کبیر مین واحدیؒ سے
نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک جانور چرند و پرند دریائی خشکی کے اصناف امم ہین اور ہر ایک کیواسطے جدا
جدا تسبیح و ذکر ہے اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر - یعنی کوئی اُمت نہین مگر

آنکہ انہیں ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتین ہیں پس ثابت ہوا کہ ان مین بھی پیغمبر ہوئے ہین اور قولہ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث بھی کثرت سے ہین۔ اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور دیگر آیات و احادیث مین پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمین زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہین ولیکن عوام اور بے معرفت لوگون کی سمجھ سے باہر ہے لہذا تاویل کرنا چاہیئے اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام مین اور مقام حرم مین پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ۔ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت مین ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کردیا ہے رجوع کرنا چاہیئے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمین مماثلت ہے عموماً لینا چاہیئے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ مین زائد بغرض تاکید استغراق ہے اسے ماترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا۔ ہم نے لوح محفوظ مین کوئی بات چھوڑی نہین ف۔ یعنی سب مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہے اور علماء نے کہا کہ سب مذکور ہے لیکن معرفت و فہم پر اسکا ظہور ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہین پس ہر ایک کیواسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہین۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔ پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائینگے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر عقلاء و بنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہے اور بیچ مین جملہ معترضہ ہے اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہین کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہین رکھتے اور مکلف نہین ہین۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہے یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلاء اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے۔ قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا۔ پھر ان مین فیصلہ و انصاف کردیا جائے گا اور سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیا جائے گا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمین حضرت ابوہریرہؓ و ابوذر بھی ہین مروی ہے اور ابن عباسؓ و ضحاکؒ و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مرجادین۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات مین لڑتی ہین۔ مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت مین دونون کے درمیان انصاف فرمادیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذرؓ سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیون لڑتی ہین الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال مین چھوڑا کہ کوئی اڑنیوالی چڑیا بھی ہے اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمانؓ سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائے گا۔ رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم مین وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبد الرزاق نے ابوہریرہؓ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب و بہائم و پرند و ہر شئے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ عز و جل

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا ۔ یعنی اے کاش مین مٹی ہو جاتا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث الصُّور مین یہی بات مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہے و فی المدارک ۔ جب اللہ عز وجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہے تب پھر فرمایا ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو ۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہین ف ۔ آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین ۔ وَبُكْمٌ حق بات بولنے سے گونگے ہین ف ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہین دیتے ہین ۔ فِي الظُّلُمٰتِ یعنی کفر کی تاریکیون مین انکا یہ حال ہے کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہے اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہے مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ اضلالہ ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اُسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہے ۔ وَمَنْ يَّشَاْ ـ ہدایتہ ۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہے ف ۔ وہی قادر مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسپر کوئی اعتراض نہین ہے اور اسمین صریح دلیل ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہے وہی قادر مختار ہے ۔ وقد قال تعالیٰ فی مثال للکفار فی سورۃ النور او الظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ۔ یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہے کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہے پھر اسپر موج ہے اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے کچھ نور نہین ہے ۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشا اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آوینگے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر الآیۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت پر پیدا کیا ہے اور اُن کو معرفت و ایمان ایقان کیواسطے حکم و خطاب ہے اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار عقل ہین جو اسکی درگاہ ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہے اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہے کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہے کہ شاید یہی روز قیامت ہو ۔ قال الشیخ اور ان جانورون کی زندگی اور حرکت و اڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خوش الحانیان اور چیخ و بیتابانہ حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہونچتی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہے اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے ۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ دابدی اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی ۔ اقول ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندو حشرات الارض سے مروی ہین اور عرب کے اونٹ کا حدی پر مست ہو جانا معروف و مشہور ہے اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور دارمی وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و سر کنکر و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہے اور گریہ ستون حنانہ معروف و مشہور ہے (م ۳ اول

کیون نہین کہ خود اﷲ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ۔ یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہے ۔ قال المترجم و تحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع و عاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد معرفت کی ایسی نہین ہے جو کو حاصل ہے تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہے اسکے برابر کہان سے ہوگی پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہے کہ ان کی خلقت عالم ملک و شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہے ۔ و قد قال تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اکمل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر یطیر بجناحیہ ۔ مین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہا معرفت پر پہونچاتی ہے ۔ مانند توکل و رضا اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کائن من دابۃ لا تحمل رزقہا اﷲ یرزقہا وایاکم الآیۃ ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اٹھاتے نہین ۔ یعنی لادے نہین پھرتے اور اﷲ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ توکل و رضا مین ثابت قدم ہین ۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازو سے خوف و امید ۔ اور فنا و بقا اور ایمان و تقوی اور نعمت و بلا اور ہیبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت ۔ اور معرفت و محبت ۔ ہین ان بازون سے ان کو ہر طرف از شوق و طلب مین پرواز ہے ۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہے کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہے اور جبلیت و حالت حیوانیہ سے ان کی انتشار ہے اور کھانے پینے و حرکت و جماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص و غضب و نعمتون کیساتھ پھوہڑپن کرنے مین مساوی ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مرکر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے ۔ تفسیر ظاہر کے امامون مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہے کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت مین تمھارے مثل ہین اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہے سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب الٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہے اور حیوانات دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے ۔ قال المترجم قول قوی جید یہ ہے کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الٰہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی انکا رسول و نبی ہوتا ہے اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے یہان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہے و استدلال اس قول کا ماسبق سے واضح ہے فافہم ۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ ۔ یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت و معرفت ربوبیت کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کردی ۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار و مشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو ۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے او تعالیٰ نے اگلون و پچھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہین چھوڑا ہم نے کتاب مین کسی مخلوق کا ذکر۔ و لیکن کتاب مین اسکے ذکر کو دیکھتا نہین کوئی شخص سوائے ان بندون کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کا ذکر کیا جنکے غیب سے ان کے دلون پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ مین اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہین اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہین کیونکہ ان کو حق و باطل مین تمیز نہین ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینپڑ اُن کے کانون مین بھرے ہین کہ مقام شہود مین اُنھون نے اپنے کانون کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہین لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہین آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشون کے اندھیرے مین ٹاپ رہے ہین اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بروقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیاء اثر ہوا پس سنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھون کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ او تعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیون و شیطان کافر کی گمراہیون مین پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت مین پہونچے بعض نے کہا کہ او تعالیٰ نے اپنے خالص بندون پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتون مین پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم۔ مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندون پر قبول کی اور مردود بندون پر دور کر دینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل مین سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتدا ارادہ مین صادق نہ ہوا اس کو حق تعالیٰ ظلمات قہر مین گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت و ملل ہے تاکہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت مین صادق نہین ہے اس کو وصول نہ ہوا اور جو بندہ کہ ابتدا ارادت مین صادق تھا اور اُس نے دنیا مین اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہین توڑا اور تصمیم اسکو نہین ہوئی اگرچہ مقام التباس مین خواب غفلت مین چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت مین اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول روحانی کیواسطے طریق مستقیم یون حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہین ہین اور معرفت کیساتھ روحون کے لئے ذات کی طرف راہین ہین۔ قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جابجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکی فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل و واضح ہوگی کہ جب جنت مین بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت و ذات قیامت پر موعود ہے وہ دنیا مین حاصل نہین ہو سکتا ہے مگر جسقدر کشف تحقیقی یہان ہوگا اسقدر قیامت مین فضل الٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق و موافق ہوگا۔ اور جہانتک کشف ہوگی عینیا سو اسطے ہے کہ ادراک ذات و صفات باری تعالیٰ باین طور کہ احاطہ ہو جائے ممکن نہین ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے و بعض محققین نے اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی مین احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً الیقین کرتے ہین کہ دیدار حاصل ہوگا اور رہا یہ کہ احاطہ ہوگا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہین کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہے فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق مین اللہ تعالیٰ نے

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑا جاتا ہی تاکہ گمراہی وضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہی اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہی پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہی کہ جو قدرت و تقدیر مین جاری ہوا ہے اسپر راضی و ہر حال مین شکر گذار رہتا ہے - فافہم -

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکارو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتون پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

ع ۴

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

تکلیف مین شاید وہ گڑگڑا دین پھر کیون جب نہ پہونچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دئے ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قل کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے - اَرَءَيْتَكُمْ - اخبرونی - مجھے خبر دو - قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہی جو اسکو جانتا ہو قال المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولیٰ ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ - اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ - دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے - اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بغتۃ دیا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمھارے حق مین عذاب الٰہی ہو تو ایسی حالت مین - اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کیا غیر خدا کو پکارو گے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو پکارو گے ہرگز نہین پکارو گے - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت نہین پکارو گے - حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہو جاوے جسمین ایسا عذاب ہی تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکارو گے اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤ گے اگر سچے ہو تو بتلا دو گے کہ نہین تو - پھر آگے مصرح کر دیا بَلْ اِيَّاهُ نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو تَدْعُوْنَ - پکارو گے سختیون مین فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ - پس دور کر دیگا تم سے ضرر وغیرہ اِنْ شَآءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیئے ف یعنی وہ ہر حال مین ہر بات پر قادر ہی لیکن بعض صورتون مین خلاف اسکے مشیت و حکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص موذی ہی کہ لوگون کو سخت دکھ پہونچاتا ہے ڈاکا ڈالتا ہے جانین تباہ کرتا ہے لوگون کے بال بچے و مال تلف کرتا ہے تو مصیبت کیوقت عذاب مین اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن مین رہین اور مشرکون کا فعل اس سے زیادہ سخت ہی۔ لہذا یہان شرط لگا دی کہ اسوقت اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگوگے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمھاری مصیبت کو ہٹا دے بشرطیکہ چاہے۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ اور اس حال مین وہ سب بھول جاؤگے جن کو شریک لاتے ہو ف کسی کو نہ پکاروگے تم کو خود یقین ہی کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہیگا تو یہ عذاب دور ہوگا پھر بھلا غیر کو حالت امن مین کیون شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال مین کیون التجا نہین کرتے ہو۔ اور اس آیت مین کھلا بیان حق ہی اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر سنت الٰہی کا بیان فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ من زائدہ ہی اور مفعول ارسلنا محذوف ہی بسبب ظہور کے یعنی ارسلنا رسلاً۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ مین اگلی اُمتون کی طرف ف پس نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگون نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط مین گرفتار کیا۔ وَالضَّرَّآءِ اور مرضون یا عام مضرت مین ف مانند جانین تلف ہونے و مال جانے اور وبا پھیلنے وغیرہ مین پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ کہ اب بھی گڑگڑاوین ف ایمان لاوین کیونکہ مجبوری کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہو جاتی ہی ولیکن ان بدبختون کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا کیون وہ نہین گڑگڑاتے جبکہ اُن پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب مین پکڑا جانا ہو پہنچا تھا ف یعنی باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیون ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ولیکن اُن کے دل تو قاسی اور سخت ہو گئے ف اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور شیطان نے ان گناہون کو ان کی آنکھ مین مزین دکھلایا جو کیا کرتے تھے۔ ف پس انھین پر اڑے رہے اور نہ چھوڑا اور رسول کا کہنا نہ مانا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ لے فلما ترکوا ما وعظوا وخوفوا بہ من الباساء والضراء فلم یتعظوا یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈالدیا اسکو جس سے انکو نصیحت و خوف دلائے گئے تھے یعنی باساء و ضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل آنکہ جب یہ گرفت ان کو سودمند نہ ہوئی اور نہ مانے تو عجیب پیچ سے عذاب مین ڈالے گئے وہ یون کہ۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریون کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو عامر رح کی قراۃ مین تشدید فتحنا سے از باب تفتیح ہی اور معنی مین بھی تخفیف و تکثیر کا فرق ہی کہ اول کے معنی ہم نے کشادہ کر دیئے اور دوم قراۃ پر معنی یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دیئے ان لوگون پر دروازے ہر چیز کے ف یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے اُن پر خوب فراخ کر دی اور یہ درحقیقت ان کے حق مین استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کر دی۔ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا۔ یہان تک کہ جب اترائے اس چیز پر جو دیئے گئے ف ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزین ان کو دین ولیکن وہ جہالت سے اپنے بد اعمال و بد اعتقاد بت وغیرہ شرک سے سمجھے۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تب اچانک ہم نے ان کو عذاب مین گرفتار کر لیا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ پس ناگہان وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو گئے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ پس کاٹ دی گئی دابر اے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا ف یعنی جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنون کو نجات و فتح ملی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ علی نصر الرسل و ہلاک الکافرین۔ یعنی حمد ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ف اس بات پر کہ رسولون کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کر دیا۔ قال الوالبی عن ابن عباس رض مبلس بمعنی ناامید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری رح

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ مین فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین اور جسپر
اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر
یہ نہین سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ
مکر مین ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اسمین حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت
مین خالق و معبود عز و جل کو نہ یاد کیا اور فراخی مین بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا مین ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے
دوزخ محفوف ہے انھون نے جلد طے کر لین پس استدراج و کفر مین اور شرک و بداعتقادی مین خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے
اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادہ رح اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب مین گرفتار کیا
اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے مین پکڑا پس اے لوگون کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف
و عظمت سے مغرور بے پرواہ ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و
اُمید کے ہے جو بےخوف ہوا وہ کافر اور جو نا اُمید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہے۔ قال الزہری رح قولہ فتحنا علیہم
ابواب کل شئی۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو
دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریون
کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہان تک کہ جب دیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے
ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ۔ ف۔ عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق
وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعوی معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع
کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال مین فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے
اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق
سے رجوع کرتے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین او تعالیٰ کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت
یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی
مکار علماء و صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ قال الجریری نیک بختیا
بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ قال الجنید رح جو حق تعالیٰ
کو یاد کرے و پکارے تو اُسی سے اُسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ قال المترجم
یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہے فتذکر۔ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم
بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تونگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل
نہین ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ مین لیتا ہے ان کو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف گڑ گڑا کر اتار ملتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہون۔ اور نیز

جو مرید کہ ذکر کے مزے مین پڑتے ہین اُن کو مضر تون بلاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی
طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین ابن عطاء رح نے کہا کہ سب راہین اُن کی روکی گئین کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ۔ فلما نسوا ما ذکروا به
۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتی کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف
میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب رسوخ پیدا
کرتے ہین اور آخر ہین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے
ہین کیونکہ اُنھون نے طریقۂ ہدایت و توحید اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی مضرت و ایذار اسلام سے دور ہوگئے اور انکے
عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو او تعالی نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ
تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھین اور مہر کر دے تمھارے دل پر کون

إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝
وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہین باتین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا
تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا رو برو کوئی ہلاک ہو گا مگر

الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۝
وہی لوگ جو گنہگار ہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝
پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝
اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین اُن کو ملیگا عذاب اُسپر کہ بے حکمی کرتے تھے۔

قُلْ۔ اہل مکہ سے کہدے۔ أَرَءَيْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ اگر اللہ تعالی تمھاری سنوائی
لے لے ف۔ یعنی بہرا کر دے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کر دے یا خود کان ناپید کر دے وَأَبْصَارَكُمْ اور تمھاری بینائی
لے لے وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم ف۔ کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے۔ مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ
تو بھلا اللہ تعالی کے سوائے وہ کون آلہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لا دے ف۔ یعنی جو تم سے اللہ تعالی نے چھین لین یعنی تمھارے زعم کے
موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لا دے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے
پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت آلہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا
طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لا دے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر ہر ایماندار
کو تعجب دلایا اور جن کی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصرف یعنی
طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہین۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے
ف کہ ایمان نہین لاتے ہین قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً
اَوْ جَهْرَةً۔ لیلاً او نہارا۔ اگر تم پر اللہ تعالی کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف بغتۃ یعنی اچانک
سے مراد رات کو سوتے ہین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے ہین۔ بقرینہ قولہ تعالی بیاتاً او نہاراً ما ذا یستعجل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی
مین ہے کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونیکے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے بالجملہ اگر
اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو بتاؤ کون مرے۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک
ہوگا سوائے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انکے مونھ سے اس امر کی خبر مانگی
یعنی مستقر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہے اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری
باتون سے منع نہ کرینگے تو اُمید رکھین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنیوالون کو بھی عموما اللہ تعالی عذاب مین پکڑے تو انھین منع نہ کرنے
والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہو جاتے ہین اور قیامت مین اپنی
اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
اُن کے حق مین رحمت ہے اور بدکارون پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا پس اگر
ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جسپر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی
موت وہی مرینگے جو ظالم ہین پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ۔ اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے الٰہی کی
خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انذار کرنے والے
کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت
و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو۔ فَمَنْ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
وَاَصْلَحَ اور صلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی اصلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے ف بعد موت کے دائمی راحت ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جنھون نے ہماری
آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس۔ يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ اُن کو عذاب جا لگے گا بسبب
ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ بالجملہ رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق
بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ خود تمپر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہے
لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالی کا احسان ہے کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلا دئے یہ احسان بہت
بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتین و تنبیہ ہو اور پھر منھ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالی عز و جل پاک بے پرواہ ہے مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف
فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے تمھارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کر لیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلون سے معرفت نیست کر دی تو بھلا کوئی شخص ہو کہ ان ابواب مین سے کوئی دروازہ کھولدے سوائے اسی پاک پروردگار ذو الجلال و الاکرام کے۔ کلا ہرگز کوئی نہین ہو بلکہ وہی پاک تعالیٰ فضل سے ابتدا مین نعمت دیتا ہو اور وہی انتہا مین فضل سے اسکو تمام کر دیتا ہے۔ قولہ فمن آمن و اصلح الآیۃ جسنے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو درگاہ الٰہی مین پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر محجوب و منقطع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہین ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا اُن کو کچھ خوف و ملال نہین ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کے مکابرات و بیہودہ خواہشون کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یون کہدے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ

تو کہہ مین نہین کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہین خزانے اللہ کے نہ مین جانون غیب کی بات اور نہ مین کہون تم سے کہ مین

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

فرشتہ ہون اُسی پر چلتا ہون جو مجھکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہین کرتے

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

اور خبردار کر دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس اُن کا کوئی نہین اس کے سوائے

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہین اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہین اپنے رب کو

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

صبح اور شام چاہتے ہین اُس کا منہ تجھ پر نہین اُن کے حساب مین سے کچھ

وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور نہ تیرے حساب مین سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہووے بے انصافون مین سے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ

اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہین کیا یہی لوگ ہین جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب

بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

مین اللہ کو معلوم نہین ہے حق ماننے والے اور جب آوین تیرے پاس ہماری

بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی کہ جو کوئی

ع ۶
۱۱

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یون ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

مادرویہ رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عز وجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہین کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ - مین تم سے یہ نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہے - خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہے خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور و تحت قدرت ہے اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم - بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین - وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ - اور نہ مین غیب جانتا ہون ف اے ما غاب عنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہے اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہے کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل ع بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہے کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہے اور کہین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہے لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب آویگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در تحقیقی علم فقط اللہ عز وجل کو ہے اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تا کہ وہ اسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہے کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہے تو وہ اس سے غیب دان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہے تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر جا کر ڈالو اُن کی آنکھیں روشن ہو جاوینگی تو سیکڑوں کوس کے
فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمین سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا
ہے • کسے پرسید زان گم کردہ فرزند • کہ اے روشن گہر پیر خردمند • ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی • چرا در چاہ کنعانش ندیدی • بگفت
احوال ما برق جہان ست • دمی پیدا و دیگر دم نہان ست • مترجم کو یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں
نے افراط و تفریط کر لی شروع کر دی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائین اور رندے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان
سے بھی نصیب نہیں ہے اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور
غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رندے جوگی میں ہے
وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو
اور خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو واضح
رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ
بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائین یا رندے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے
ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جہاں وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے
جو سن بھاگا اور سیکڑا بھر باتیں جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہیں اسمین کوئی سچی پڑ جاتی ہے اور کوئی جھوٹی۔ پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ
سے یہاں ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی
شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہر حال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح حیوانی
جو اس جسم کے متعلق ہے وہ کھل جاتی ہے اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ
کچھ ایمان و کرامت و کمال نہیں ہے بلکہ ایک عمل ہے حتیٰ کہ انگریزوں میں مسمریزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتیں اور
لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر
معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بُرا جانتے
ہیں کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہے اور روح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گذر جاتے
ہیں تا کہ ناسوت کی طرف توجہ نہو جاوے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاویں اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہٗ پانی پتی
نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے مصرح بیان کر دی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان
گمراہ استدراج والوں کی نقل کر دی ہیں تا کہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی
ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہ ہو تو کچھ ایمان نہیں ہے۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ
جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہہ دے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہے وہ تو معلوم ہے مگر جو مجھ سے غائب ہے اگر
وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث مین جس مین آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا ہے مذکور ہی
کہ فعلمت ما فی السموات وما فی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے
آیت وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل مین نقل کیا اور بعد کلام طویل کے
مسند احمد رح سے روایت نقل کرکے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہی اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ مین حسن صحیح لکھا ہی
اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہی اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتون سے باز رہین
اور راہ راست سے تجاوز نہ کرین واللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکون سے کہ مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خزائن
الٰہی ہین تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ مین تمہین دیدون حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے باستثناء
سے غائب ہے اور مجھے وحی بھی اس کی بابت نہین کی گئی اس کو مین جانتا ہون ولا اقول لکم انی ملک۔ اور یہ بھی مین تم سے نہین کہتا کہ مین فرشتون
مین سے کوئی فرشتہ ہون ف جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح مین مجبور مطیع ہون اور عالم کی خدمت
پر مامور ہون کہ آسمانون کو چڑھتا اترتا ہون۔ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ تم کو مین نہین آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھپر
نازل کی گئی ف یعنی مین تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہون کذا فی المدارک۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتین مین نکرون
مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کرون یا مکہ کو چوڑا نہ کر دون یا اسمین نہرین و چشمے نہ جاری کرون یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤن اور کتاب لکھی لکھائی
نہ لاؤن جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی مین کیون فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتون کو عدم صحت رسالت
سے کیا تعلق ہی اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو ملہم کرکے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس
استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندون کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہان سے جو بعض لوگون نے یہ
نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتے افضل ہین تو یہ محض بے بنیاد بات ہی اس آیت سے یہ کچھ بھی نہین نکلتا ہی بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے
کہ مین فرشتہ نہین ہون اس سے یہ مطلب نہین کہ مین ایسا بزرگ نہین ہون جیسے فرشتہ ہوتا ہی بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہی کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے
آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کامون کے کرنے کی استعداد فرشتون مین رکھی گئی ہی تو مین فرشتہ نہین جو ایسے
کام کرون پس اسمین ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہین ہی ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بنجاتے ہین اور پھر ہوا کے مانند
نظر نہین آتے یہ تو آدمی سے افضل ہوجاوین جو ایسا نہین کرسکتا ہی فافہم۔ اور مترجم نے پارہ اول مین فی الجملہ بیان کردیا ہی اور زیادہ اسکی
حاجت نہین کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ درواقع انبیاء افضل ہین ملائکہ سے کیونکہ دین مین اسکا کوئی فائدہ متعلق نہین ہی پس اس بحث مین
پڑنا بیفائدہ ہے۔ قل ہل یستوی الاعمیٰ اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ والبصیر یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے
یعنی کہدے کہ بھلا کہین اندھا اور بینا برابر ہوتے ہین دونون یکسان نہین۔ افلا تتفکرون کیا تم اسمین فکر و غور نہین کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن
ہو جاؤ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وانذر بہ ڈرسنادے اس قرآن سے۔ ف اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہین جسکے ساتھ ڈرانا بھی
ہو۔ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم۔ ان لوگون کو جو خوف کرتے ہین کہ محشور کیے جاوین اپنے پروردگار کی طرف
ایسے حال مین کہ لیس لہم من دونہ نہین ہی ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ ولی ولا شفیع۔ کوئی ولی جو ان کی
یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے لعلہم یتقون۔ تاکہ تقویٰ کرین ف یعنی اس ڈرسنانے سے ان کے

حق مین امید کرکہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرین بایین طور کہ جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہوجاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین
مفسر رح نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون حاصل آنکہ ابتدائی حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال ایام
جاہلیت سے نفوس کو مشق ہوگئی تھی تو دل مین ایمان آجانیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب
و مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقوی ہین پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے
تقوی کرین اور اس صورت مین سچا خوف کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کرکے خوفناک ہین پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے
لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہی بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ اُن کو واقعات حشر
سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علیٰ ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہون گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ
اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہی کہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہی جو ازلی فہم سے
سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر
متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ وہ متقی ہوجاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی
سے دور نہ کیا جاوے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ۔ دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز
پر محافظت۔ قال ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد رح سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ
بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہی اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان رح سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی
ایمانی سمجھدار ہین اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد الٰہی کو شامل ہی باوجود اُن کے ضعف و محتاجی کے محض افتقار و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ
مت ہانکیو ان بندون کو جو اپنے رب عز و جل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اُسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہین ف
یعنی اس عبادت و دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہین اور تمام مراد اُن کی رضاء الٰہی
ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین ان کو اپنے پاس سے دور
مت رکھ بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک
عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا۔ یعنی روک رکھ اپنے نفس کو ان بندون کیساتھ
مین جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو
ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی
خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسر رح یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے اُن کے
حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ اُن کو اپنی مجلس سے دور رکھین تا کہ وہ مشرکین آپکے ساتھ بیٹھین اور حضرت صلعم نے ان مشرکون
کے مسلمان ہوجانیکی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنیکے وقت مین ان کو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہی
کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کر دینا لازم ہی لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہین
تو ایسا کر دیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص و اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث
مشرکون کی خاطر کیواسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ تجھ پر اُن کے حساب مین سے

کچھ بھی نہین ہے ف اگر چہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن مین پسندیدگی نہین ہے۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تیرے حساب مین سے بھی ان پر کچھ نہین ہے فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو ان کو مطرود کر سکے فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے ف اگر ایسا کرے وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپ کے پاس صہیب و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکورہ نے ان مین طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم مین سے ان لوگون سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہین کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ مین سے اور ہم انھین کے پیچھے ہو جاوین تم ان کو دور کرو تو شاید ہم تمھاری پیروی کرین پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر به الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم تا قوله بالشاکرین رواه ابن جریرؒ احمد اور روایت احمد مین اختصار ہے اور روایت ابن جریر مین نزول آیت۔ ولا تطرد الذین یدعون الآیة۔ مذکور ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت خبابؓ مین اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونون کے مسلمان ہونیکے انھین صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورۂ مکیہ ہے اور یہ دونون ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعد[1] رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے حق مین نازل ہوئی جنمین ابن مسعودؓ بھی ہین کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین سبقت کرتے اور آپ سے قریب ہو کر آپ کا ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والون نے کہا کہ تم ان لوگون کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربهم الآیة۔ رواه الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین و رواه ابن حبان فی صحیحه معلوم ہوتا ہے کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عز و جل نے آنحضرت صلعم کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرماوین اور ان پاک غریبون کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم ہون اور حضرت صلعم کو معذور سمجھین فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح رہے کہ حدیث عائشہؓ مین صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اُسکے درجہ پر رکھین اور معنی یہ ہین کہ شرع مین جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کرین اور اس زمانہ مین لوگون نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری تکریم و تعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے جیسے خادمون کے دلون مین مخدومون کی اور اولیاء و نیک بندون کی تعظیم مین بعضے تو افراط کرتے ہین اور بعضے تفریط کرتے ہین اور یہ سب باتین مشعر ہین کہ نور ایمان سے بے خبر ہین اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت و توفیق عطا فرماوے اور واضح رہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول مین غریبون کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آخر زمانہ مین پھر غریبون ہی مین رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانون کو مبارکباد ہے اور غریب وہ ہین جو فساد و بگاڑ کے وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون چنانچہ حدیث مین خود تفسیر آئی ہے واضح ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبون کو پاس نہ بٹھلاوین جیسے ہمارے زمانہ مین مغرور مالدارون کو یہ عار ہے کہ غریب قومون و پیشہ ورون کے برابر کھڑے ہو کر مسجد مین نماز نہ پڑھین اور نہ وعظ سنین۔ حالانکہ حدیث صحیح مین ہے کہ جس کے دل مین رائی برابر غرور و تکبر ہوگا وہ جنت مین نہ جائے گا۔ علماء نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ بدون دوزخ مین خواری و عذاب پائے ہوئے جنت مین داخل نہ ہوگا بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ اور یون ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ مین ڈالا ہے ف یعنی جیسے یہان یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان مین ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو رذیل قوم کہلانیوالون سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگون سے مقابلہ کرکے امتحان کیا اس طرح ہم نے کرے قوم کہلانے والون اور فقیرون کو ایمان لانے کی

[1] سعد بن ابی وقاص ۱۲

ہدایت میں مقدم کرتا ۔ لِّيَقُولُوٓا۟ أَهَـٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۔ تاکہیں کہ کیا یہی کمینہ ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پر احسان
کیا ہے ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہیں وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل وہ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں
سے احسان کیا یا ہیں طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہے انکو ہدایت دیدے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پا گئے
ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی اسکے کچھ نہیں ہے پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں بیوقوفوں کو رد کر دیا بقولہ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِٱلشَّـٰكِرِينَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُن بندوں کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہیں ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہاں
وہ تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہے اسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور و متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا و نعوذ باللہ من الکبر والضلال و نسالہ الہدایۃ و ہو العلی المتعال ۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں و رنگ کو نہیں
دیکھتا ہے و لیکن تمہارے دلوں کو اور تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے ۔ رواہ مسلم ۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ رح سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن
ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کافروں کے ساتھ ابوطالب کے
پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمان باندھے
ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے یا ہوا ہے ہیں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کریں پس ابوطالب نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کریں و دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کدھر جاتے ہیں تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور
حلفا میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو و ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفا تھے
پھر قریش کے بڈھے کافروں و موالی و حلفاء کے حق میں نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ ۔ پھر جب یہ آیت اُتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ۔ وَإِذَا
جَآءَكَ ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَـٰتِنَا ۔ اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر ۔ فَقُلْ سَلَـٰمٌ عَلَيْكُمْ
تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقدر کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَـٰلَةٍ ۔ بفتح انہ بدل رحمت ہے اور ایک قراۃ
میں انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہے کہ المعنی جس نے تم میں سے کوئی بری بات کی بسبب آنکہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۔ پھر رجوع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے ۔ وَأَصْلَحَ ۔ اور نیک کام کئے ۔ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہے
ف ایک قراۃ میں فانہ بفتح ان ہے یعنی تو اسکے واسطے مغفرت آلہی ہے یعنی وہ مغفور و معاف ہے ۔ الجہالۃ بفتح اول قراۃ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہے ۔ اور
ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ
البخاری و مسلم وغیرہما ۔ وَكَذَٰلِكَ ۔ اے کما بیناہ ما ذکر کذلک نُفَصِّلُ ٱلْـَٔايَـٰتِ ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ۔ ایسے ہی ہم

مفصل بیان کرتے ہین آیات کھول یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہوجائے کہ اسپر عمل کیا جاوے - وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ - اور تاکہ کھل جاوے راہ مجرمون کی ف جس سے اجتناب کیا جاوے - پس تستبین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنا بر آنکہ مونث معنوی ہے اور حمزہ وکسائی کی قراۃ مین یستبین بیائے تحتانیہ ہے بنا بر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہے اور نافع کی قراۃ مین تستبین بالتار الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہے پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے بمعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف - فی العرائس قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ - تنزیہ نبوت ہے کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا - قولہ - ولا اعلم الغیب - اسمین اظہار تواضع ہے کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف وافضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت و جبروت کے سامنے یون ہی خضوع و خشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک - اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہے - قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی - جو حکم ہوا اسی کا عامل ہون - قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہے اور مجھ مین فانی ہوکر میری ہی آنکھون سے بینا ہے دونون برابر نہین ہوسکتے تم کو کچھ غور و فکر نہین ہے اور اسمین مصطفےٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہے کہ عین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہے کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہے کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ - بالجملہ جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہین مگر لقار قدم سے انانیت کا وجود نہین ہے - بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہے جسکو راہ ہدایت نہ سوجھے اور بینا وہ ہے جو خالق عز و جل کی منت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے - استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ - وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہے اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچا ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہے اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہے پس یہ تو ممکن نہین کہ حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہے کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کو ئی مطالعہ کی مجال نہین رکھتی اور یہ فضل ہے کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انھین کو کارآمد ہے جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کئے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے واصل نہین ہوسکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد اقرب ہونیکے مردود کر دے تو پاک بے پرواہ ہے اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی محاسبہ سے پاک ہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑتی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع - اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہوسکتا - قولہ لعلہم یتقون - اپنے نفس سے پاک ہون باین طور کہ میری یاد و ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین - شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو خوف ہوتا ہے اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ اُن سے لذت اُٹھاتے اور نہ اُنپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم الآیۃ سے ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہے کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محشور ہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع
نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیۃ سے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص کا بر بندگان
حق عز و جل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن و قال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس
ناچار رضائے حق عز و جل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ
یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کردے ۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن رح نے فرمایا کہ میں نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ
کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہیں ہیں اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جن کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و انذر بہ الذین
یخافون الآیۃ ۔ اور فرمایا ۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ ۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ میں کہا کہ جسکو
بادشاہت نے قطع کردیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عز و جل کی طرف
راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون ۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کریں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناویں ۔ اور کہا گیا کہ خوف یہاں
علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف
نہیں کرتے ہیں قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی ۔ نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد آمین ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح
فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کرلیا کسی سبب سے اسکا تعلق
نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے ۔ اور
جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفےٰ رسول کرلیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ
دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت میں کوئی
علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیء وما من حسابک علیہم من شیء ۔ جیسے ازل میں آنحضرت صلعم کے حق میں سبقت اختصاص
بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت
حاصل بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور
اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں
ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا ۔ کما قال تعالیٰ ۔ ھو الذی ایدک بنصرہ
و بالمومنین ۔ اور جب مومنوں کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھیں
اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انھیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ
اے محمد مت منع کر ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودہ ناکاروں کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ
ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہیں یہ کر سکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت
و لکن اللہ یہدی من یشاء ۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے از انجملہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و خباب و مقداد وغیرہ
کے ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق لقاء میں اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ ۔ کے
ہیں ۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہے

اور وہان ظہور تجلی قدرت وجلال عظمت ہے اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہے کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ وظہور برکت ہے اور دعا سے زیادت محبت وشوق وقرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہے تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت وکبریا مین فنا ہے اور ہر نفس عارف مین ایک حال ایسا اور شب وصال ہے۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد ان کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال والاکرام مین فنا ہوجاوین۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے ان کو ان دونون وقتون مین سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہے چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہے پھیرے جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر دم نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ یہان ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہے جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہے تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے اسکے کہ اس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا ہے کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اوتعالی سبحانہ نے مخصوص کردیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن مین تشابہ ہے اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون ومشتاقون ومحبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلی مرتبہ ہے اور جو اولیا کہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ مین ایسے ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین۔ قال المترجم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہے اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید ربوبیت بطریق افل حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہے اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص یہان گویا محال ہے اور اللہ تعالی سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل وعین الجمع ہے اور نیز ان کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اوتعالی پاک ہے اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہے اور اسم پاک کے تحت مین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شئی ہالک الا وجہہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہے تو یہ لوگ جن کا آیت مین ذکر ہے یریدون وجہہ سے وہ جمیع ذات صفات کو بوجہ محبت وشوق چاہتے وارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اوتعالی ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ ان کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اوتعالی نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا اور ارادت

کیونکہ ہے پس ابو یعقوب نہرجوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہو فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین ذکر فرمائی۔ بقولہ۔
ولا تطرد الذین یدعون ربہم۔ یعنی ہمیشہ یاد مین رہین اور خالص للہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کرین ایسے مریدون کے حق مین مشائخ کو
چاہیئے کہ ان پر مہربانی رکھین اور جو لغزش ان سے سرزد ہو اسکو عفو کرین۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد
کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہین کرتی ہے کوئی روکنے والا نہین ہو وکنا۔ ہر حال مین اُس کی خدمت کے
دروازہ پر بندگی سے قائم ہین اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہین۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہان ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح وشام سے یہ اشارہ
کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہین یعنی ہر وقت یاد مین بدون فتور ہین اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور رہے
تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا مین کبھی مشغول نہین۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ الآیۃ۔ مترجم
کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ اُمور معاش و کسب حلال بجا لاتے ہین مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمین ایک
اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح وشام کا ذکر کیا تا کہ جواز و کفایت اُنمین احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجملہ
راحت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہے تا کہ ارادہ محبت مین جل نہ جاوین اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاوین۔ بعض نے
کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے
تجرید و تفرید مین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت مین خود کلام فرمایا یعنی مت مطرود کر الیٰ آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض
فقیر خالص حب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال و معرفت وہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے
کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات آلٰہی اُسپر جاری ہوتے ہین
پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار اُن سے جلتے ہین کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ
اُن کی بدی و برائی کرتے ہین تا کہ لوگون کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاوین چنانچہ ان پاک بندون سے مغرورون نے ٹھٹھول
و مذاق کیا جیسا کہ او تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہین۔ اہؤلاء من اللہ من بیننا۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہین اور یہ کیا چیز ہین پس اللہ تعالیٰ
نے اُن کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت و درجات کا اُن پر
کیا اسکے شکر مین وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ
کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہین ان کو بھی او تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین چند نکات ہین از انجملہ آنکہ فقیر کا
فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول
کیا تا کہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندون کو جو راہ حق مین اپنے نفس کی طرف اور غیر
حق کی طرف ایک دم نہین دیکھتے ہین۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و نہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور
فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہو اسکو ادا نہ کرے یا دلوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال
مین اللہ کی طرف راجع ہون۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ مین آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام
مشاہدہ ہوتا تو تو السلام قولا من رب رحیم ہی غور سے دیکھ کہ کیونکر گنہگارون کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دین کیونکہ انھون نے میدان قہر مین امتحان کی مشقت اُٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ پر

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبری زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ ازل میں
ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اُن سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی
طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ میں عارض ہے پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ
اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندوں کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت
کبری ہے پہونچا دے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا۔ انہ من عمل
منکم سوء بجہالۃ بسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ اپنے نفس سے او تعالی عز وجل کی طرف رجوع
کرلایا۔ واصلح۔ قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا۔ فانہ غفور رحیم۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور توفیق
ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلیں اور اگر یہ مدد نہ ہو تو ادل ہی نور عظمت وجلال کبریائی میں
فنا ہو جاوین بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی میں کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالی بلا واسطہ مومنوں پر سلام فرماتا ہے
ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واللہ اللہ تعالی خود ہی مومنوں پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمیں واسطہ ہیں۔ واسطی رح نے قولہ کتب ربکم علی
نفسہ الرحمۃ۔ کے معنی میں کہا کہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہیں کہ اپنی عبادت سے اس کی
رحمت کو پہونچے ہوں اور اُسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے۔ بندوں نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہیں
پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی نہیں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں جا سکتا مگر اسی طور سے جنت میں جاؤنگا
کہ اللہ تعالی مجکو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیگا۔ اور ابن عطا رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور
جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالی کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم۔ میں کہا کہ تو پہلے انکی
قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کردے قبل اس کے کہ تجکو سلام کریں۔ قال المترجم۔ یہ حکم نفس آیت
سے نکلتا ہے اور مروی ہوا کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنوں کو سلام کرنے میں پیشقدمی کرتے۔ مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی
کرجاوین بعض نے فرمایا کہ جسپر ازل میں رحمت ہو چکی اب دنیا میں اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی۔ ابو عثمان نے کہا کہ اللہ تعالی
نے خاص بندوں کے حق میں ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی
صفت ہر حال میں تجلی کئے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت وانتہائے رحمت سے سزاوار سلام ہیں۔ یعنی جو لغزش وگناہ درمیان میں
ہوئے وہ رحمت سے عفو ہوں یا گونہ عذاب سے بہرحال آخر اُن پر رحمت وسلام ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ

تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجوں جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَ

تو میں بھٹک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور

كَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ

تم نے اس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہیں جسکی شتابی کرتے ہو۔ حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ
اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے
الْأَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
کام میرے اور تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی
لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا
اُن کو نہیں جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں جھڑتا کوئی پات جو وہ
يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝
نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ إِنِّيْ نُهِيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ ۔ اے تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جن کو تم نے معبود جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اسمیں دلالت ہے کہ دعا رعبادت ہو پس سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۔ کہدے میں نہیں پیروی کروں گا تمہارے کفریہ خواہشوں کی ف۔ ان چیزوں کی عبادت کرنے میں قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا ۔ میں ایسی صورت میں گمراہ ہوا ف۔ یعنی اگر تمہاری خواہشوں کی پیروی کروں یا ان چیزوں کی عبادت کروں وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور میں راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا ف۔ حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ میں تمہارے گڑھے ہوئے معبودوں کی پرستش کروں پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہو کہ مجکو اسپر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی و بیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بعرض پسندیدہ جائز ہو بلکہ مستحسن ہو۔ قُلْ إِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ۔ کہدے میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں ف۔ تفسیر بینہ میں بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہوں قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہو اور معنی میں دونوں قول متحد ہیں اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح وظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہو کہ برہان و دلیل کے مقابلہ میں تکذیب نہیں آتی اور شاید بہ معنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوائے نفسانی و شک میں نہیں ہوں وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۔ حالانکہ تم نے رب عزوجل کو جھٹلایا ہو ف۔ معنی یہ ہیں کہ تو کہدے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہو کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اُس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب ثواب نہیں مانتے ہو۔ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ف۔ یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا ہوں اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہیں ہوں۔ یہ بھی مشرکوں کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ سے ثابت ہو کہ عذاب اکبر تو آخر میں بحسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہاں مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے
يَقُصُّ الْقَضَاءَ الْحَقَّ ۔ وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ ۔ ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک
کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے ۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۔ اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسر وغیرہ
نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قراۃ مین یقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی یقص الحق اے یقول الحق ۔ حق بات کو فرماتا
ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع
مین ہو وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہے پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ
انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام
بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی ۔ پھر حکم دیا کہ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۔ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے
تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف ۔ باین طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمھاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا
ولیکن چونکہ میرے پاس و میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے
ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و منکرون کا
عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی
اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپنے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجھکو پہونچی جبکہ
مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اُس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ
مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے ۔ پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا
یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اُٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارۂ ابر مجھ پر سایہ کئے ہے مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر
آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا
ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیے اسکو حکم دیجیے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم
نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سُنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس
اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے اُمید ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرین رواہ مسلم والبخاری ۔
پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دئیے جائین مگر آپنے درنگی فرمائی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر
نے یہ سوال ذکر کرکے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین
ہوتا تو آپ اُن پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہے بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح اُن کو نیست
کر دون پس آپنے اُن کے حق مین درنگی چاہی ۔ واللہ اعلم ۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب ۔

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہین جنسے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے یعنی غیب کی کنجیان پس استعارہ کے طور پر جن راہون سے وصول بامور غیب ہو ان کو کنجیان اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہے ف وہ پانچ باتین ہین جو قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ مین مذکور ہین کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتین ہین جن کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا اللہ تعالی کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینہ وہی نازل کرتا ہے اور مؤنث جاندارون کے پیٹ مین جو کچھ ہو وہی جانتا ہے اور کسی کو یہ نہین معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رض جسمین جبرئیل نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگون کے اسلام وایمان واحسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتین ہین جنکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہے پھر یہی آیت مصلعم نے پڑھی۔ ہر دو حدیث صحیح مین ہین۔ واضح ہو کہ علم کہتے ہین ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہے رہا قرائن اٹکل علامات سے جاننے کو علم نہین کہتے ہین بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عز وجل کے کوئی نہین جانتا ہے رہا اٹکل و قیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین چنانچہ احادیث صحاح مین قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہین بلکہ یہان تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جسدن قیامت آوے گی پس ان امور مذکورہ کے مانند امور مین اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ مین جانتا ہون یعنی در واقع یون ہی ہوگا یا یون ہی ہے جیسے مین کہتا ہون وہ جھوٹا کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہین کہیگا اور اگر وہ یون کہے کہ مجکو اٹکل و قیاس علامات سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافرون پر عذاب آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اللہ تعالی ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہین یا کب آویگا۔ پس کاہن و نجومی رمالون سے جو لوگ دریافت کرتے ہین وہ حرام کار ہین اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہین تو مشرک کافر ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضاء و قدر کی باتین و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال ثواب و عقاب بھی جو شرع مین وارد نہین ہوئے ہین اسی قسم کے ہین کیونکہ عقل و قیاس کو وہان مجال نہین ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمین ثواب ہے حالانکہ وہ شرع مین وارد نہین ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالی ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری مین ہے ف بر بفتح اول وہ زمین جسمین نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیان جو کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہون کذا قال المفسر اور قاموس مین ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی کے جنگل اور چٹپٹ میدان ہین اور بحر شہر و گاؤن ہین اور جمہور مفسرین کے نزدیک بر و بحر سے معروف معنی مراد ہین یعنی جو کچھ خشکی مین ہے خواہ وہ چٹپٹ میدان ہو یا سرسبز جنگل ہو یا گانون و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری مین ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالی کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونون کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین مین ہو یا آسمان مین اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ نہین گرتا کوئی پتا مگر آنکہ اللہ تعالی اس کو جانتا ہے ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتین و جنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ مین من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

ورقہ پر - فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ - اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین - وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اور نہ رطب و نہ یابس - اِلَّا فِیْ
کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ - مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنا ے سابق یعنی لا یعلمہا سے یہ استثنار
بطریق بدل اشتمال ہے علم آلہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری رح ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار
کے مانند ہے کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولا یخفی فی بعدہ التاویل - فافہم - حاصل یہ کہ علم آلہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و نہ زمین وغیرہ
مین ہے حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالی کے حضور مین
ہے ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ - اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہے سبحان اللہ العلی الاعلی - ف قال
فی العرائس - قولہ تعالی قل انی علی بینۃ من ربی - یعنی او تعالی کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہے اور روشن دلائل بظہور نور ازل ہے اور یہ
عالم مین سب سے بڑی دلیل ہے بقولہ علیہ السلام من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا - قال المترجم صوفیا اس
حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہے پس آپ نے فرمایا کہ
جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہے فان الشیطان لا یتمثل بی - کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا
کذا فی روایات الصحاح - اور جس نے حضرت صلعم کو اُسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہے خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا
مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے - اور مترجم کا گمان یہ ہے کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہے
اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہے - فافہم - ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیا بھی ان کے طفیل مین
بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہے اور بینات اولیاء سچی فراست ہے - قال المترجم حدیث مین ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو
کہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہے اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ
تھے اُن کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زنا کار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا مترجم
کہتا ہے کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمر رض نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ
نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت اُن کی آواز
درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہے فتفکر - قولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو - علم غیب
فقط او تعالی ہی کیواسطے ہے فرمایا اللہ تعالی نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالی کے انکو کوئی نہین
جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی - اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین مین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے پھر شیخ نے کہا اور نیز
مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہے جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور آیات صفات خزانہ قدیم باقی ہے پھر اس عنایات ازلی کے نور سے
ان بندون کیلئے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہے تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس اُن کے لئے اسرار مکنون ظاہر فرماتا
ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اور پیچ بتا دین اور
قولہ تعالی لا یعلمہا الا ہو - غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے اُنکے
سب غیوب مخزون ہین ابن مسعود رض نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب
کو بھی اللہ تعالی ہی جانتا ہے لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہے پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہاں اللہ تعالی

جب انکو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہین لیکن ان چیزون کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالی جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا - اور نیز
یہ معنی ہین کہ ان غیوب کے پانے کی راہین کوئی نہین جانتا سوائے اوتعالی کے پس جن بندون پر فضل ازل رکھا ہے ان کو اوران کے
بتانے کی راہون کو وہی پاک سبحانہ تعالی پہچانتا ہے کوئی اور نہین جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کرین
نیز مفاتیح الغیب ہین سے تجلیات لطف و قہر ہین پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہین اور قہر کی تجلی سے اعدا یعنی
کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے مین پھنسکر سنت چھوڑتے ہین اور راہ پر نہین آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد
مین و اللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہین جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہین آخر جہنم مین جا پڑتے ہین نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہین کہ قلوب کیلئے
خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات صفات ہین کشادہ
ہوتے ہین اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدون کے لئے فراست کے
خزانے کھلتے ہین - جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو - مین کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے - رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی
اوتعالی کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے - شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ اس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریر بے ایمانون پر
فتنہ و خواری کھلتی ہے پھر سکون ہین سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب و اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے
مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہین - ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالی نے اپنے حبیب صلعم پر
پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شئی سے تذدیب کے اسباب کھولے - پھر قولہ
و یبتلی الیہ تبتیلا سے تغییب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر ہین کشادہ ہوئے قولہ و یعلم ما فی البر و البحر
یعنی غیب لطف سے نیک بندون کو پار اُتار دیا اور دشمنون کو دریائے قہر مین غرق کر دیا پس اسمین جو حکمت و اسرار غیب ہین وہی جانتا ہے اور
نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہین اور ایسے ہی نفوس کے پرپٹ میدان مین جو شہوات کے بھٹ پڑے ہین وہی خوب
جانتا ہے قولہ و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا و لا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالی نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط
ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات و لا فی الارض - مترجم کہتا ہے
کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالی و رسول علیہ الصلوۃ و السلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالی عز و جل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع
و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعضے فلسفی بندہ اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالی جزئیات کو بوجہ جزئی نہین جانتا اور
یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہے پس اگر اسکو یقین نہین تو گمراہ ہے اور محققین علماء نے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے و اللہ تعالی اعلم -
شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت مین تنبیہ ہے کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالی سے شرم کرین کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم
خبیر ہے - اور نیز بیان فرما دیا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادۂ قدیم کے
موافق جاری ہین اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہین جو ہر طرح کے تغییر زمانی و مکانی سے محفوظ ہین وہ تو اس عالم سے جو تحت
زمانہ ہے باہر ہے - وقد قال تعالی و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین - جو رطب ہے اس کے لطف مشاہدہ سے ہے اور جو تر و تازہ ہے اسکی پاکیزہ قدرت
کا ظہور ہے اور جو زرد پڑ گیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیا وہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر
مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے - واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور بتہ گرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اُٹھاتا اُس میں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

ٹھہرا دیا پھر اُسی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اُسی کا حکم غالب اوپر

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اُسکو بھر لیوین ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہنچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک اُن کا ہے تحقیق سُن رکھو حکم اُسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

وھو الذی یتوفکم باللیل۔ توفی کسی چیز کو بھر پورے لینا۔ توفیت الشئ واستوفیتہ۔ بھرپور اس شئے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے میں "پس لیل جو غالب اور اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انہیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رضہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ واسنادہ منقطع۔ ویعلم ما جرحتم بالنہار۔ اے ماکسبتم فیہ "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

حالت ہے کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم
اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ۔ اے فی النہار یرد ارواحکم۔ پھر اٹھاتا
ہے تم کو نہار میں ف۔ بایں طور کہ تمہاری روحیں بعد نیند کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی۔ بیضاوی رح نے کہا بعث
در اصل یعنی موت کے بعد زندہ کر کے اٹھانا پس یہاں توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے بعث اصغر
ہوا پھر ارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو رد ارواح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے کما قال ابن کثیر
اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہے یعنی پھر اٹھاوے گا تم کو قبروں سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے
میں اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال میں صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار
ویعلم ما جرحتم فیہ۔ اور اولیٰ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہے اور مکرر ان کافروں کو دن میں اٹھانا انکے
اعمال سے غفلت نہیں بلکہ امہال ہے لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُسَمًّى۔ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام
ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا مرجع ہے ف۔ اس طرح کہ قیامت کے واسطے
اٹھائے جاؤ اور محشور ہوگے۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف۔ اسمیں تہدید ہے اور اس سے
بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیگا۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ
وہی قاہر ہے اپنے بندوں کے اوپر ف۔ فوقیت سے ظرف مراد نہیں بلکہ علو رتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک
قاہر ہے از راہ استعلا اور غلبہ کے یا درحالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اوپر یعنی بندوں پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور
اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ اور ارسال
فرماتا ہے تم پر حفظہ ف۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی
متصرف ہے کوئی اور نہیں جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ
پس علیکم متعلق یرسل ہے بایں طور کہ اس ارسال میں استعلا کے معنی ہیں یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہے اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ میں فوقیت
لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہے اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہیں
بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلا کی بنظر لغت و فصاحت کلام
کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہے۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں
یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے
بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے
حافظ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کمافی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تا دم مرگ حافظ رہتے
ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو
ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونوں میں سے ہر کونہ پر اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر کے ساتھ ایک
فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما فہم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ۔ اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہین کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ
اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت
کیا عمل کیا ہو۔ اور یہان حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہین بقولہ تعالیٰ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
یہان تک کہ جب تم مین سے کسی آدمی کی موت آئی تو اُس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہین ف۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ
فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ
مراد ہین جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہین۔ قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت
کے مددگار بہت سے ملائکہ ہین جو بدن سے روح نکالتے ہین۔ پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد
احادیث ہین جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہون گی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط
وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہین اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھون آدمی مرتے ہین تو ملک الموت کہان کہان پہونچتے ہین یہ نہین
جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق مین ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہان تو متعلق مادی جسم
کی قوتین عجائب ہین حتیٰ کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہان سے کہان پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط
کر لی اُسکے یہ معنی نہین کہ ہاتھون سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیئے۔ واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہین
جب ذی روح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمین کوتاہی نہین کرتے ہین ف۔ اور بعض نے کہا کہ
حفظ حیات مین کمی نہین کرتے مثلاً قبل از وقت نہین مارتے ہین اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال مین تجاوز نہین کرتے مثلاً کسی کی نیکی
ضائع یا بدی زائد کرین اور یہ یفرطون بقراۃ تخفیف سے مناسب ہو اور اول اولیٰ ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت
مین کوتاہی نہین کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الٰہی عز و جل ہو وہین پہونچاتے ہین چنانچہ نیک ہو تو علیین مین اور اگر بدکار ہے
تو سجین مین پہونچاتے ہین۔ سعید بن یسار رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہین اگر وہ نیکوکار
آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہین کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم مین تھی اب باہر آجا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے
اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہان تک کہ وہ نکل آتی ہو پھر اسکو آسمان پر
چڑھا لیجاتے ہین پھر دروازہ کھلواتے ہین پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا
کیا پاکیزہ روح جسم پاک مین تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح (بالفتح راحت) و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب مین نہین
ہے بشارت ہو اور برابر اسے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ
اُس سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث مین تھی نکل درحالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھکو حمیم و غساق
ہے اور اس قسم سے دوچند ہو اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اُسکو آسمان تک پہونچاتے ہین اور دروازہ
کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہین
جو خبیث جسم مین تھی تو لوٹ یہان سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہو تو اول
کو مانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو مثل دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث مین روح خبیث

کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللھم اعوذ بک من ان اکون من الذین یؤذون ویخبثون واسالک باللہ الذی لا الٰہ ھو الحی القیوم ان تغفرلی خطیئتی کلھا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ - بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہوجاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مردے واپس لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ اُس ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا ۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ ہو کہ اُسی کا ہے حکم یعنی مخلوق میں قضا ونافذ اسی کی ہے۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہے پس اصل حساب جو علم الٰہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا ۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے ۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ف ۔ فی العرائس ۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی یتوفاکم باللیل ۔ رات میں وفات دنیا اس مقام کیواسطے کہ ان کی روحیں فضائے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ اُنکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھجاوے اور دن میں اپنے جوارح واجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت وآرام پاوینگے اُس کو پہچان لیں اور مار ڈالنے اور جلانے میں قدرت الٰہی عز وجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ اُن پر یہ وقت آجاوے کہ حادث مخلوقات سے منقطع ہوکر مشاہدہ الٰہی کیطرف منقطع ہوجاویں اور اسی مضمون کیطرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ۔ سے اشارہ ہے۔ ثم ردوا الی اللہ مولاھم الحق ۔ اور تعالیٰ کے شرف دینے وکرامت فرمانے میں سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قیدخانہ دنیا واسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندۂ مومن پر غیرت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں اُمید ہے اور یہ بندوں پر تلطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاھم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی میں نیست ہو جاتے لیکن لطف سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت میں لاکر قولہ مولاھم الحق ۔ سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ وغلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہیں کہ اس کے جزا وسزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہو جاوے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا

تو کہہ کون تمکو بچالاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچالیوے

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ

اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہر

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہہ اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

عذاب اوپر سے یا تمھارے پاؤن کے نیچے سے یا ٹھہرادے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھادے ایک کو

بَأْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۵ وَكَذَّبَ

لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیرسے ہم کہتے ہین باتین شاید وہ سمجھین اور اس کو جھوٹ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۵ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵

تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ مین نہین تم پر داروغہ ہرچیز کا ایک وقت ٹھہرا ہے اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ۔ کہدے اے محمد مکہ والون سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی وتری کی تاریکیون سے کون بچاتا ہے یعنی تمھارے سفرون مین خشکی وتری کے ہول سے کون بچاتا ہے۔ سراج مین کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونون مین یہ مشارکت ہے کہ جب ہول وخوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھون سے نہین سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب اسے یوم مظلم بولتے ہین جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہوجاوے جس سے سفر مین خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہین اور ظلمات البحر رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی اور ہولناک موجین وتند مخالف ہوائین وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہین کہ ہولناک موجین وتند ہوائین حقیقی معنی ظلمت کے نہین ہین اور اظہر یہ کہ خشکی وتری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہین جنسے خوف شدید پیدا ہوجاوے اور معنی یہ کہ خشکی یا تری مین اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت مین کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا۔ دعائین مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ۔ لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراءۃ مین لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالی نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات الشدائد ان تاریکیون یعنی ان سختیون سے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ تو ضرور ہم ایمان لانے والون مین سے ہوجاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہین آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان مین سے معبود نہین ہے قُلْ۔ اُن سے کہدے کہ اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا۔ اللہ تعالی تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثرون کی قرأت ینجیکم از انجا ہے اور قراء کوفہ وہشام کی قراءۃ تنجیہ سے بتشدید ہے۔ وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔ اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہین ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہوجاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت مین شرک کس حماقت پر ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکون بدعہدی کرنے والون سے کہ او تعالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمھارے فوق سے۔ یعنی سرون کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل وجگر پھٹ جاوین یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ پر آئے تھے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیرون کے تحت سے مانند آنکہ خسف کرے یا غرق کرے قال مجاہد وسعید بن جبیر وابو مالک والسدی وابن زید وغیرواحد فی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پتھر برساوے۔ او من تحت ارجلکم یعنی زمین مین دھنسا دے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رح نے لیا ہے اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم مین سے ادنچون سے

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہیں او من تحت ارجلکم یعنی نیچون سے اور وہ غلام ور ذیل ہیں۔ اور ارجح قول مجاہد رح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل و داخل ہیں واللہ اعلم۔ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاھواء۔ یا خلط کر دے تم کو فرقہائے مختلفۃ الاھواء۔ یعنی آپس مین تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جاوے پس آپس مین مخالف ہو کر ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیث مین جو متعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہے کہ یہ اُمت تہتر فرقون پر مختلف ہو جائے گی جسمین سے سب دوزخ مین جاوین گے سوائے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ مین نے اس حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کیا ہے الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط و متخالف کر دے۔ وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے کہ عذاب و تکلیف دہی و قتل سے مضرت پہونچاوین۔ کذا قال ابن عباس و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم و معرفت ہین اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہین۔ پھر یہ تہدید تو ظاہر اً مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و فجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم مین روایت ہے کہ حسن رح نے کہا کہ یہ مشرکون کیواسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس اُمت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکون سے مل جاوینگے اور مجاہد رح نے فرمایا یہ اُمت محمد صلعم کے واسطے ہے ان دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری۔ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون۔ او من تحت ارجلکم کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ اور یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت مین ہے کہ جابر رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدر ہے ضرور واقع ہو گا اسواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ مین یہ سب اُمور ہیکے بعد دیگرے واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاھواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ وقال حدیث غریب سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ پھر مسجد مین داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک حضرت صلعم پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ مین نے اللہ تعالیٰ سے تین باتین مانگین ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے اسکو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ آپس مین قتل و تعذیب نہ کرین تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ مین یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتیں مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جاویں اور اُمت سے مراد ایمان و اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت شاید ظہور آثار فتنہ و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و صلحاء اُمت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیاں واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں کو آطام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأۃ علی عبد الرحمٰن بن مہدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر بن عتیک ۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرۂ بنی معاویہ میں جو انصار کے محلات میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمھارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اس میں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں ۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیدے تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ اُمتیوں پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک نہ کیے جاویں اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس دعا سے منع کیے گئے ۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعذیب جاری رہیگی ۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شئی من الکتب الستۃ اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے ۔ اور ابن مردویہ کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز رغبت و رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ وابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انسؓ میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا بایں الفاظ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا ۔ یعنی فرقہائے مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی ۔ وقد رواہ النسائی ۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور ظاہراً اسمیں تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہوں واللہ اعلم ۔ اور امام احمد نے خباب بن الارتؓ سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز رغبت و رہبت تھی میں نے اسمیں اپنے پروردگار سے تین باتیں مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عز و جل سے مانگا کہ ہم کو ایسی چیزوں سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی اُمتیں ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا ۔ الحدیث بنحو ما سبق عن انسؓ وقد رواہ النسائی وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح ۔ ابن جریر نے خالد الخزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأۃ پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے ۔ الحدیث اسمیں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمھاری جڑ اُکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی ۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابۃ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اُس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب وہانتک پہونچے گا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید وسرخ دو خزانے عطا ہوئے اور
(چاندی ۱۲ سونا ۱۲)
مین نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرے اور یہ دعا مانگی کہ ان لا یلبسہم شیعا و ان لا یذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
فرماوے فرقہائے مختلف الاہوا اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے سضرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہوسکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
اُن کے غیر مین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کردے یہان تک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے
بعض کو قید کرے۔ شداد رضہ نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سردارون سے جو گمراہ کرنے والے
ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اُٹھائی جائے گی۔ قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی ولیس
فی شئی من الکتب الستۃ و مترجم کہتا ہے کہ اہمین قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر مین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کردے
یہانتک کہ الی آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر مین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہے کہ آپس مین بعضے
بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیر مین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کردے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
و توحید پر ہین اور قولہ یہان تک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہونگے اور مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کرسکے
بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہوجانے
والون نے بالکل قتل کر ڈالا تھا۔ امام احمد نے ابو السبرہ غفاری رض سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکورہ کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین
مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب
مین یہ روایت نہین ہے بس اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ طبرانی رح نے حضرت علی رض سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے
قلت یا رب لا تسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیر مین سے ہو یعنی مشرکون مین
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کرڈے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور معنی حدیث کو
ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہوجائے۔ تو اسکو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رض نے قولہ
قل ہو القادر علی الآیۃ مین عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کرکے کہا کہ اسمین
چار باتین ہین جنمین سے دو ہوگئین اور دو باقی ہین۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابوجعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رض کی

روایت مین ہو کہ یہ چار باتین ہین جنمین سے دو باتین تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذرین کہ مختلف الاہوا رہو کر مخلوط ہوئے اور بعض کو بعضون سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہین یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین مین دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہو کہ خلفائے عباسیہ مین سے بعض کے وقت مین متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابون مین مذکور ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور حدیث صحیح مین ہو کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیداء کے مقام پر پہونچکر سب کے سب زمین مین دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر و ابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباس رض سے قولہ عذابا من فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سردارون کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادمون کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھرون کی بارش و خسف کا مذکور ہوا وہ اقوی و اظہر ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہو قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیث مین ہو کہ ضرور اس امت مین قذف و خسف و مسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت مین مفصل مذکور ہین اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے۔ فانظر۔ اُنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگون کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہین۔ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔ یعلمون ان ماہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاوین یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہین وہ سب غلط و باطل ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اوپر معلوم ہوچکا کہ اولاً و بالذات تو یہ کافرون و مشرکون کو فہمائش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ سمجھدار جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ مین نور ایمان سے یا ادنی تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہو وہ ان صریح آیات سے ضرور اُمید کریگا کہ جن کی فہمائش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہین سمجھتے ہین مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہو تو اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہی تو ہمارے دلون کو بعد ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے صدقے مین کج نہ فرمانا اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرماکر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ مین یہی دعا کرتا ہو آمین پھر اسمین اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فہمائش ہو کہ راہ توحید پر مستقیم رہین۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم رح نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیہ۔ (یعنی مشرکون کے شرک و کفر و فسق و فجور پر تہدید ہوئی ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤن کافر ہوکر کہ بعضے تمہارے تلوار سے بعضون کی گردنین مارین تو لوگون نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہان یہ بات تو ٹھیک ہو پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم مین سے بعض کو قتل کرین حالانکہ ہم مسلمان ہین تب نازل ہوا اُنظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ۔ مفسر نے کہا کہ بہ سے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم کہتا ہو کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے مین یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از آنجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکون نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہین جانا۔ اور زید بن اسلم کی روایت مین جو مذکور ہوا کہ بعض لوگون نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہین ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

نہین ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے جو چاہے جو کچھ کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہین کہ آپنے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس مین خونریزی نہین کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور مشرکین بکہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہین مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہین جھٹلایا۔ وَهُوَ الْحَقُّ ۔ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن مین جو اخبار ہین اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہین سب سچ ہین ۔ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۔ تو ان مشرک کافرون سے کہدے کہ مین تم پر وکیل نہین ہون تاکہ تمھارے اعمال کی جزا و سزا دیدون مین تو فقط ڈرسنانے والا ہون مشرکون کافرون کو اور باقی رہا تمھارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و اختیار مین ہے اور یہ بانسند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے یہ حکم ہوا تھا فعلے ہذا یہ منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو مین اس امر کا وکیل نہین ہون کہ تم کو اس فعل پر سزا دون پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو اُن سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہین ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور مین وکیل نہین ہون کہ تمھارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتی کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا مین بھی ان پر جہاد کرنے کا حکم ہوگیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولی ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہان کوئی ضرورت نہین ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ بھی اسی طرف راجع ہوسکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہین کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل ۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر مین کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہین لکھا ۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو فرمایا ۔ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ خبر وقت یقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم ۔ نبا بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی اور ہر چیز کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمین اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم دیا کہ کافرون مشرکون سے یہ سمجھاوے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمھارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ وقت مقدر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا ۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۔ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافرون کو تہدید ہے

ف ۔ فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا ہون جس نے ہم و غم مین میرا قصد کیا اس کا ہم و غم با ایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت مین ساقط کردیتا ہون پھر جب بیان فرمادیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف سکون کرتے ہین تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب مین مبتلا کردے بقولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمھارے دلون سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے ۔ قولہ او من تحت ارجلکم ۔ یعنی عبادت و نماز وغیرہ سے تمھارے قدم پھسلادے کہ ربوبیت کی درگاہ مین خصوصیت کیساتھ قیام نہ کرسکو ۔ اور قولہ او یلبسکم شیعا ۔ یعنی تمھارے درمیان جو الفت رکھی ہے وہ دور کردے ۔ اور قولہ و یذیق بعضکم باس بعض ۔ یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کرین ۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہین ہماری آیتون مین تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگین اور کسی بات مین

غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلاوے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگارون پر نہین کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۔ اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین۔ خوض دراصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملادیا پس مراد یہ ہے کہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات آلٰہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتی کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود و نصاری وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح رافضی وخارجی و دیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچری وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالی کے دین مین جھگڑے اور بحثین ڈالین۔ مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات الٰہی مین خوض کرتے ہین۔ مقاتل رحؒ نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلاوین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اُتاری۔ مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین ان ما تھا ادغام کردیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قراۃ ہین ایک قراۃ۔ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قرار معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قراۃ ہے اور نسی والنسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دونون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ۔

قولہ بعد الذکری ۔ بعد تذکرہ ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اے بعد ذکراہ ۔ اگر کہا جاوے خوض کرنے والون کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانیکے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہین کہ فلا تقعد بعد الذکری معہم ۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہین اور ظلم ہر ایسی چیز کو کہتے ہین جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات آلہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلین کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافرین ہونگے ورنہ فاسقین ہونگے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات آلہی مین علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہین ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہین بلکہ مستحب ہے لہذا مفسر رح نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث مین آیا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان و جسپر وہ زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہون دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک ۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے ۔ کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ ۔ اسمین قد نزل سے اشارہ یہان کی آیت کی طرف ہے پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اُترا تو مسلمانون نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافرون نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد مین بیٹھ نہین سکتے اور طواف نہین کر سکتے تب نازل ہوا ۔ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللہ مِن حِسَابِهِم الخائضین مِّن زائدۃ شَيْءٍ اذا جالسوہم وَلَٰكِن علیہم ذِكْرَىٰ تذکرۃ لہم و موعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ الخوض یعنی اور نہین ہے اُن لوگون پر جنھون نے تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والون کے حساب مین سے کچھ بھی ولیکن متقیون پر واجب ہے کہ خوض کرنیوالون کو یاد دہانی اور نصیحت کرین شاید وہ خوض سے پرہیز کرین ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھین تو خوض کرنیوالون کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب مین سے ان کے نامۂ اعمال مین کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہین ولیکن متقیون پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکری مرفوع مبتدا محذوف الخبر ہے اور بسبیل الرفع ہوا الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری ۔ اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا ۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن یہ شرط کہ اُن کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کرین اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شئ ۔ کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے ان سے اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والون کے عذاب سے کچھ حساب نہین ہے وہ خوض کیا کرین ۔ قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہین بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالون کے ساتھ بیٹھین تو متقیون پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہین قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب مین وہ پڑے ہین اس سے ہوشیار ہو کر تقویٰ اختیار کرین اور پھر ایسا نہ کرین اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام مین تھی کہ جب مسلمانون پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورۂ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجیب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھوگے تو تم بھی انھین کے مثل ہو۔ پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر وملامت کے معنی نہین ہو سکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیرؒ سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہورؒ کے نزدیک محکم ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ ونصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے یہ معنی ہون گے کہ مگر ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو۔ قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر معروف ونہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض واستہزا وتکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض وتجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا ولیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ وتذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا مرتبہ کمال کو پہونچے۔ قال المترجم پس لعلھم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے اور بعضے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلھم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم وغفلت ہے فافہم واللہ اعلم۔ وَذَرِ الَّذِیۡنَ ترک کر دے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوۡا دِیۡنَھُمُ الذی کلفوا بہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن وحدیث رسولؐ کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَھۡوًا باستہزائہم بہ۔ لعب ولہو یعنی لہو ولعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم وبے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَّغَرَّتۡھُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا۔ اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث وحشر کے اور جزا وقیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسرؒ اور ظاہر امفسرؒ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ بنابر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ دینھم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مردہ ہی کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل وتماشا ہین۔ اور قتادہ نے لہو ولعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا وناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا فریفتہ کر لیا اور بیضاویؒ نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جنکا کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ وسائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ ان کے اقوال وافعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر۔ مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہو سکتی کہ ان کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیرؒ یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَذَکِّرۡ بِہٖ اور وعظ الناس

بالقرآن۔ اور ان لوگون اور دوسرون کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنۡ تُبۡسَلَ نَفۡسٌۢ بِمَا كَسَبَتۡ اے لان لاتسلم الی الہلاک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار دیا اے کراہیتہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل لغت مین بمعنی حرام وممنوع ہی۔ بولتے ہین کہ ہذا البسل علیک۔ یہ تجھپر حرام وممنوع ہی۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور اسد باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ وممنوع از دیگر جانور ہی یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہی اور الیسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت مین سونپ دے یقال البسلت ولدی یعنی خون کے عوض مین نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت وعذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس ومجاہد وعکرمۃ والحسن والسدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس اے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس ومرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ مشرکون کے افعال ناکارہ کی پروا مت کر اور ان کو بھی دوسرون کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہی یہ بات کہ جہالت مین کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيۡسَ لَهَا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيۡعٌ۔ درحالیکہ اس نفس کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم مین سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار وسفارشی الیہا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَاِنۡ تَعۡدِلۡ كُلَّ عَدۡلٍ لَّا يُؤۡخَذۡ مِنۡهَا۔ اے وان تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دلوے بھی تو نہ چھوٹے۔ پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اُس سے وہ جو کچھ فدیہ مین دیوے۔ عدل بمعنی برابری وفدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہین پس عدل بمعنی العدل بہ ہی۔ اُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنھون نے دین کو لہو ولعب بنایا الَّذِيۡنَ اُبۡسِلُوۡا بِمَا كَسَبُوۡا۔ یہی ہین وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کئے گئے ہین بسبب اپنے کمائے ہوئے کامون کے۔ پھر دوسری خبر یا جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکارون کا یہ ہے۔ لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ان کے واسطے پینے کی چیز من حمیم نہایت درجہ گرم پانی سے۔ حدیث مین اور دوسری آیات مین ہے کہ اس سے آنتین کٹ گرینگی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ۔ ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہی بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کو اپنا پروردگار جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہی اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اوتعالیٰ جل جلالہ نے کتاب ورسول کو بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اُسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس مین نہ آوے پھر رسول وکتاب الٰہی سے ٹھٹھول کرنا نہین معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہان اسکی انتہا رہے۔ لیکن کافر لوگ وملحد وزندیق جب عذاب سنتے ہین تو کہتے ہین کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل وقیاس ہی حالانکہ اپنی خطا وگناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہین اگر غور کرتا تو یہ بھی اُسنے شان باری تعالیٰ مین اسکی عظمت وشان کبریائی مین سخت بے ادبی کی پس وہ کفر وشرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

ورنہ چند روز بعد مرے گا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا ۵ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ؛ از بندگیت کہ کار دارد ؛ چون او تو دگر خداوند داری ادہ زتو صد ہزار دارد ؛ ف فی العرائس - قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شی - سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیا و مومنین سے یہی عہد کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیا علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیا بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نہ کریں گے توقصور کرنے والے ہوں گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں - حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مالوس اور اسپر مغرور ہوا اور در حقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و حقائق سے معزول و محروم ہیں -

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

توکہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جائیں الٹے پاؤں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ

بعد اس کے کہ اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى

بھٹکتا اسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس توکہ اللہ نے راہ بتائی

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

سو ہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جائے گا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ثلث

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا - قُلْ اَنَدْعُوْا - دعا بمعنی عبادت - اے نعبد - کہدے حالہ مومنین کی طرف سے کہ کیا ہم عبادت کریں - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ غیر خدا سے مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ - وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے وَلَا يَضُرُّنَا - اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں - وَنُرَدُّ عَلٰى

اَعْقَابِنَا - اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹین یعنی مشرک ہوجاوین - بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد از انکہ ہم کو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہو - كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ اضلته - مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا - الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ شیطانون نے زمین مین یعنی سفر کے درمیان جنگل مین درحالیکہ وہ حَيْرَانَ ہو - یعنی متحیر ہے نہین جانتا کہ کدہر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر بارزسے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہوجاوین جیسے کسی کو سفر مین شیطانون نے آوارہ کر دیا - اور حال یہ کہ لَهٗ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہین کہ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہین یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کر دین اور اُس سے کہتے ہین کہ ائْتِنَا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہین مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہو پس ہلاک ہوجاتا ہے - واضح ہو کہ ندعوا مین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ - اور بعض نے کہا کہ استہوتہ - از ہوی یہوی بمعنی نزول از اعلی باسفل ہو یعنی شریر جن اسکو اُٹھا لیگئے اور زمین پست مین ڈالدیا ولیکن قولہ لہ اصحاب الخ - اس معنی سے چندان مناسب نہین ہو - حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکائے مین مشرک ہو کر ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوینگے جس کو شیطانون نے جنگل مین راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہو ادہر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بن کر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا - قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہو بتون و بت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہین اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہین مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ مین حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل مین پکارا کہ ارے ادہر راہ پر آ اور اسکے ساتھیون نے پکارا کہ ادہر راہ پر آ - پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتون کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاک و ندامت پیش آئی - قال ابن کثیر - قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین - یہ شیاطین غول بیابانی ہین کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہین اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت مین ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہین و قد رواہ ابن جریر عن ابن عباس و قولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی - و تقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہین سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ مین ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا - قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى - ای الاسلام ہو الہدی و ما عداہ ضلال - کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے - وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ اے امرنا بان نسلم - ہم حکم کئے گئے ہین کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید و انقیاد کرین - لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کیلئے وَاَنْ اَقِيْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اے وامرنا بان اقیموا الصَّلٰوةَ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو وَاتَّقُوْهُ واتقوا اللہ تعالی - اور تقوی رکھوا اللہ تعالی کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے - وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ - یجمعون یوم القیامۃ للحساب ہی ہو کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لئے قیامت کے روز جمع کئے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان و بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہو - وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ - اور اسی نے آسمانون و زمین کو پیدا کر دیا درحالیکہ محض حق ہو یعنی انکی پیدائش بیہودہ و باطل نہین - وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ - اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شی کے واسطے فرماویگا

کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح مشخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہو کر اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا
کہ کھڑے ہو جاؤ پس سب اُٹھ کھڑے ہون گے اور دو قول ہین ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ
سمجھانے کے واسطے ہو ورنہ ازل مین پیدائش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ وقدرت کی مثال
ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہو جاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قولہ حق وصدق واقع لا محالہ۔ اسکا قول حق ہو خواہ مخواہ
واقع ہو نیوالا ہو پس قیامت مین حشر وبعث ونشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر اپنے مالک خالق ذو الجلال و الاکرام کے حکم کو
انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتین دین ملک وسلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو ولیکن وہ حلم و
حکمت والا ہو اپنی قدرت مین مسخر کیا ہوا تم کو امتحان مین چھوڑ رکھا ہو کہ اپنی ملکیت بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کتنے
دن آخر نیست ونابود ہو گے اور یہ ظاہری پردہ بھی اُٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور اسی کا ملک بادشاہت
آنکھون سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور مین اور صور بمعنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہین اور مراد اس نفخہ سے تین نفخون مین سے
دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکین گے پس اُسدن ظاہر ہو گا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک بادشاہت
ہے۔ اللہ تعالی ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہین آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا مین خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم
ہو گا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالی ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالی جو عالم ہے اس چیز کا جو نظرون
سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھون مین مشاہدہ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ یعنی پیدا کرنے مین حکمت والا ہے اور ہر چیز
کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد وترمذی ونسائی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی حبان
والحاکم وبیہقی و عبد بن حمید وابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رض مین آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرتے مین ہو
کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہو جسمین نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب مین بہت ہین اور
اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہو کہ قیامت مین صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی روایت حدیث صور مین ہو کہ پھر ابو ہریرہ رض نے کہا کہ
یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ اسمین کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہو
کہ آسمانون و زمین کی چوڑائی اسمین سما جاوے۔ اسمین اسرافیل یعنی جو اسپر منہ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہین تین نفخہ پھونکین گے
پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صعق ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالی اسرافیل کو حکم فرمائیگا کہ پھونک
پس وہ پھونکیگا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانون و زمین والے فزع مین ہو جاوینگے سوائے اُس شخص کے جسکو اللہ تعالی چاہے اور حکم دیگا
پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان مین فتور نہین کریگا۔ (یہ مانند قول اللہ عز وجل وما ینظر ہؤلاء الا صیحۃ واحدۃ ما لہا من
فواق) پس اللہ تعالی پہاڑون کو چلاویگا اور وہ بادل کی رفتار چلین گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین اپنے لوگون کو لیکر
ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر مین پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑین پہونچین کہ وہ ادھر
اُدھر اپنی سواریون کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکون سے گھومتی ہو۔ اور یہ
وہی ہے جسکی نسبت قرآن مین فرمایا۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے
اور مرضعہ کو ذہول ہو جائے گا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا والاول ادلے۔

اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جائین گی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار مین پہونچین گے پس ملائکہ آکر ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا ئین گے اور لوگ بنی آدم کے اُلٹے بھاگین گے لیکن حکم آلہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہین اور آپس مین لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال مین ہونگے کہ ناگہان زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہوجائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھین گے کہ کبھی ایسا نہین دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا کرب وہول سما ویگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھین گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر جاوینگے اور سورج وچاند مین گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ اسمین اللہ تعالیٰ نے کن لوگون کو مستثنی کر لیا ہے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہین اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہین اور رزق پاتے ہین اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرما دیا ہے اور یہ فزع تو عذاب آلہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا مین پڑے رہین گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخۂ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو پھونکے گا پس آسمانون وزمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مرکر زندہ ہوے اور حدیث مین آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو استثنا کیا اور اموات صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم - پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کریگا کہ آسمانون وزمینون کے سب لوگ وچیزین سب مرگئین سوائے انکے جنکو تونے چاہا ہے او تعالیٰ جو خوب جانتا ہے فرماویگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو نہین مریگا اور عرش کے اُٹھانیوالے اور جبرئیل ومیکائیل باقی رہے ہین پس عرش بتقدیر آلہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل ومیکائیل بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ مین نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت مین ہے موت لکھدی ہے پھر جبرئیل ومیکائیل مرجاوینگے پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونون مرگئے پھر اللہ تعالیٰ جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک الحی الذی لایموت باقی رہا اور تیرے عرش اُٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے صور لیگا پھر فرماویگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات کو زوال نہین ہے اور مین رہا ہون پس وہ فرماویگا کہ تو میری مخلوق مین سے ایک بندہ ہے مین نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر مین ہے تو آسمانون وزمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرماویگا کہ لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمائیگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرماویگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھا دیگا اور بسط کریگا پھر اُن کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ ان مین نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرماویگا تو وہ اس آسمان وزمین تبدیل شدہ مین ویسی ہی ہوجاے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

جو اوپر تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر اوتعالیٰ زیر عرش سے انپر پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساویگا یہانتک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل و طراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جاوین گے اور حکم آلٰہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر اوتعالیٰ کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر اوتعالیٰ ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چمکتی ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائین گی پھر فرماویگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہو کر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین روان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن و ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہے کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی تک پہونچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرما دے۔ کہین گے کہ سوائے تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا پس آدمؑ پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار کریگا یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاؤنگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ فحص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ اوتعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اُٹھاویگا اور اوتعالیٰ فرماویگا کہ محمدؐ ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اوتعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش قبول فرما کر انمین فیصلہ کر دے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان دنیا سے اسیقدر اُترینگے جس قدر جن و انس زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم انسے کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے کو نہ اور اُترینگے یہانتک کہ رب العزت پارہ ابر مین مع ملائکہ کے نزول فرماویگا اور اُسدن عرش کو آٹھ اُٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین کے حد پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش انکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لایموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ والروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق ولایموت۔ پھر اوتعالیٰ اپنی زمین مین اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المترجم یعنی کرسی آلٰہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالی نے تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالی تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالی کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالی جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا افلم تکونوا تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالی لوگون کو الگ فرماویگا نیکوکار و بدکار جدا ہو جاوینگے اور امتین گھٹنون کے بل بیٹھین گی۔ اوتعالی فرماتا ہے وتری کل امۃ جاثیۃ۔ پھر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جاویگی۔ پھر اوتعالی اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن و انسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان و بہائم مین فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چوپایہ سے بے سینگ اپنے کا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالی فرماویگا تم سب خاک ہوجاؤ پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالی بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر و ضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کرسکتا ہے اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ امور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب خلائق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے۔ یہی فرمایا۔ لو کان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنمین منافق شامل ہونگے۔ تب آویگا اللہ تعالی جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے معبود سے جا ملو تو کہین گے کہ واللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہ تعالی کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اوتعالی ان پر کشف ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالی ان کا پروردگار عزوجل ہے پس سجدہ مین اسکے سامنے گر پڑینگے ولیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گرینگے اور اوتعالی ان کے پیٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کردیگا پھر اوتعالی ان کو سر اٹھانے کا حکم دیگا پس سر اٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اسپر کلالیب خطاطیف اور سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے کسی نجات پانیوالے پر سلامتی رہیگی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے پھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لیے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر کرکے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لیے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین چلکر جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اللہ و مرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالی مجھے اپنی حمد و تمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اٹھایا تو اوتعالی فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے۔ حالانکہ اوتعالی جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

حکم ہوگا کہ مین نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی
جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم دنیا مین اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہین پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن
کو پہچانین گے پس ہر مرد ان مین سے بہتر ایسی جورؤن کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالی ایجاد کریگا اور دو عورتین اولاد آدم
علیہ السلام سے ہون گی جن کو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونون نے دنیا مین اللہ تعالی کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر
انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ مین جائین گے تو ان مین بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر
اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت مین ڈالا بعض کو ان کے قدمون تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو
گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالی نے آگ پر
حرام کیا ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ مین ہین حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو
تم پہچانو پس نکالے جائین گے یہان تک کہ ایسا کوئی نہین رہیگا پھر اللہ تعالی شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا
مگر انکی شفاعت کریگا- الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور- پھر طبرانی رح نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث
غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث مین مذکور ہین اور اسکے بعض الفاظ مین نکارت ہے اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ
نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ مین اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر
محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور
بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث مین تامل ہے لیکن منجملہ ضعفاء مین اسکی حدیث لکھی جاوے قال
ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد مین وجوہ کثیرہ مختلفہ ہین مین نے ان کو ایک علیحدہ جزو مین جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے
اور بعضے کہتے ہین کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق مین بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا
گیا اور مین نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ مین نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمین اُسنے اس حدیث
کے بعض باتون کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے- قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ مین بعد ایراد
اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث مین بعض باتین تو صحاح کی روایت مین خود ظاہر ہین اور بعض
باتون سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہین اور متفرق احادیث
مین جو مضامین ثابت ہین ان مین سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالی اسکو عفو کرے-
والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالی ف- فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی- اللہ تعالی کی ہدایت
امر غیبی ہے اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہین اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ
حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھین بندون کو ملتا ہے جو معرفت والے ہین اور معرفت والا وہ ہے جو قضاء پر راضی ہو اور
بلا پر صبر کرے اور جو اللہ تعالی کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے- قولہ اُمرنا لنسلم لرب
العالمین- شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا
حکم دیا اور اسمین سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ و ان اقیموا الصلوۃ واتقوہ- نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت مین ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت

خدمت مین مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ - تقوی اس مقام پر یہ ہے کہ نماز مین او تعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت و اجلال ہے مناجات ہے اس سے پرہیز کرو کہ تمھارے دل پر سوائے او تعالی کے اور کچھ خطور کرے پس او تعالی کے مشاہدہ سے محروم رہو گے - ابن عطا رحمہ نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم آلٰہی کے ساتھ ملحوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے او تعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے - قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ - ہر گاہ او تعالی نے عدم سے وجود مین اس تمام خلقت کو جو ہو یا ہو گی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف مین سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور اُن کے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہے بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے پس مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی مین ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمین سے خلل پذیر نہین ہوتا - اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہے کبھی اسکی انتہا نہین ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے حسین رحمہ نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر ہوئے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہین ہو سکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عز و جل سے صادر ہے -

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتون کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۵ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

صریح بہکی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۵ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اُسپر رات کو

رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۵

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہین آتے چھپنے والے

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۵ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ

نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک مین رہون بہکتے لوگون مین پھر جب دیکھا سورج

بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو بولا اے قوم مین بیزار ہون اُن سے جنکو تم

تُشْرِكُوْنَ ۵ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۵

شریک کرتے ہو مین نے اپنا منھ کیا اُسکی طرف جن نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنیوالا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ۔ واذکر اذ قال ابراهیم لابیه الذی لقبه آزر واسمه تارح۔ یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر مین حائے مہملہ ہے چنانچہ قاموس مین بھی باب الحاء المهملة مین مذکور ہے اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا۔ وضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما اسندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہے اور ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور مملوکہ باندی کا نام ہاجرہ تھا۔ قال ابن کثیر وهکذا قال غیر واحد من علماء النسب۔ مجاہد وسدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام غالب ہوگیا ہو وقال ابن جریر۔ شاید اس کے دو نام ہوں آزر وتارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہے کہ اسکے باپ کا نام آزر تھا قال ابن کثیر۔ یہ قول جید قوی ہے قال المترجم مفسرؒ نے شاید تاریخ ونسب بیان کرنے والوں کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہے اور تارح نام ہے اور حق وہی ہے جو ابن جریرؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اسکی تجوید کی ہے اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود ونصاریٰ سے سنا ہوا مروی ہوا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج مین لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر مین کہا کہ ابراہیم بیٹے ہین آزر کے جسکا نام توریت مین تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب واسرائیل دونون حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ نے افراد مین روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملین گے اور آزر کے چہرہ پر قترت وغبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمین مصرح کر دیا کہ آزر ان کا باپ تھا۔ قال ابن کثیرؒ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراهیم انه کان صدیقا نبیا اذ قال لابیه یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا الآیات۔ اور اسمین ہے کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک ساستغفر لک ربی الآیة۔ اور فرمایا وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه الآیة۔ اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملین گے پس آزر اونسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز مین کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجھکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھکے کیا خواری ہے کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھین گے تو نظر آویگا کہ ایک بد بخ ملتطخ ہے پس اسکے چارون پاؤن پکڑ کر آگ مین پھینکدیا جائیگا۔ قال المترجم پس صحیح وصواب یہ ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ ونسب انگلے اہل کتاب سے کہا ہے کیونکہ توریت مین تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات واحادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہین ہے کہ آزر نام ہونے مین کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا اصح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصلی نام تارح نہین اور کہا کہ وہ کوئی نام گالی کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ مین ہے پھر کسترائی لوگ جہان یہ موجود تھا وہان والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان مین ستارے معبود آلہ ہین اور زمین مین بت ہین پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تا کہ اس ستارے کی یہان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے فساد پر تنبیہ کر کے کہا۔ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً۔ تعبدها یعنی الٰہا تا ہے بایں معنی کہ ان کی عبادت کرتا ہے اور یہ استفہام توبیخی ہے بطور ملامت کے اور اسمین حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی بسبب

عہ سابق بخاری آردو ۱۲۵۴م

ہتون کے معبود بنانے کے تجکو اور تیری قوم کو مین حق سے کھلا ہوا بہکا دیکھتا ہون اور معنی آنکہ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا
جسکو دکھینا فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اے کما ارینا ہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہا علی
وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملک سموات و الارض
تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت
سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا
سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور
جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ برے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر در حقیقت ہدایت الٰہی ہے۔ وَلِيَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ
وکذلک نری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق مین حد کمال کو پہونچے ہوئے
تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتلاتے تھے بس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو وہ
ہوا جو آگے فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ۔ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا۔ قال فی المدارک
جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل
ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیئے کہ
ایک ستارہ دیکھا۔ قال لقومہ وکانوا منجمین۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر
فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بری مما تشرکون۔ بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی
قوم کو الزام دینے اور قائل کرکے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار
یہ ستارہ ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا و غائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ تو فرمایا کہ مین غروب ہو جانے والون کو نہین
دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہین روا ہے کیونکہ تغیر و
انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اسمین اشارہ ہے کہ تم لوگون نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود
بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر و منتقل ہونیوالا معبود و آلہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر
و قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ
میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق۔ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت
نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجکو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر مجکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ تو
مین بھی گمراہ قوم مین سے ہو جاؤن۔ اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر بیہوش ہین آؤ اور پروردگار حق عز و جل کی ہدایت
مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا۔ اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ
مؤنث سماعی ہے لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے اے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب
ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی انتہا کردی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم و ستارون مین سے ایک یہی آفتاب سب سے

بڑا رہا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں
بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک بولے کہ تو پھر کیا پوجتا ہے تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ قصدرت بعبادتی میں نے اپنی عبادت
کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ
حَنِیْفًا۔ مائلا الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العماد رح نے لکھا
کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے
علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عز وجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر
توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدین دلیل کہ کہا۔ لئن لم یہدنی ربی لاکونن الآیۃ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا
یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی والدہ بخوف نمرود بن
کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہو گا
جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہو گا پس اس خوف سے ان کی والدہ بروقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر
وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے
دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسا اور
مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے
بڑھتے اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ
نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں
استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ وفی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی
قولہ ہذا ربی بمعنی اہذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فائن مت فہم الخالدون یعنی افہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ
قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص
نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہو گئے۔
یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں
نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عز وجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور
کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا اصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔
مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ
کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہو خطا و غلطی پر ہوا اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو قال المترجم سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب اُن پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ ستارون کی پرستش اور اُن مین اُلوہیت کا گمان کرنا محض غلط ہو بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ اُلوہیت کے لائق نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کرسکتا جیسے اور اجرام سماویہ روشنی والے ہین پھر اُس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہوسکتا ہو کہ ابراہیمؑ اس مقام پر اپنے واسطے نظر کرنیوالے ہوں حالانکہ ابراہیمؑ کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد اٰتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے پس سب خلق کے حق مین ایسا ہو تو ابراہیم تو آئین اولیٰ ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک و بلا ریب اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الخ مترجم کہتا ہو کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس الافاضہ ہے اور اگر بالفرض ابراہیمؑ اس مقام پر ناظر ہون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہو کہ ارائۃ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کہلاتی ہو اور دوم ہدایت الٰہی ہو بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی پس اللہ تعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالیٰ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیرؒ ابن جریر وغیرہ نے عطاء و سعید بن جبیر و سدی و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے حکایت کیا کہ آسمان اُن کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتیٰ کہ جو کچھ آسمین ہو سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیمؑ نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیرؒ محتمل ہو کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال ہو کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت رب تبارک وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد ملاء اعلیٰ کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہو پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکرہ الحافظ اور یہ تجلی صدری کے اقسام مین سے ہو۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہو پس نسخہ صحیحہ ترمذی یون ہو کہ ہذا حدیث حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہو ف فی العرائس قولہ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات و ارض سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم ہو پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطۂ ملک و ملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقا کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہو جاوے قال المترجم یہ تصریح ہی کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابوسعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھین اور واصلین مین ہون۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیوب ہی کہ نفس مین سوائے اللہ تعالی کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہی۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہو گئے باین طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہی اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلادے اور اپنے واسطے اسمین سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کر لے فلیتامل۔ بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہ ہون اور ان سے خالق کی طرف جاوین اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اللہ تعالی نے کذلک نری فرمایا اور یون نہ فرمایا کہ کذلک رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہی اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الہی ہی۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا۔ منجملہ امتحان کے ہی کہ دیدار قدم سے حادث مین مشغول نہ ہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلت مین پہونچا پس جب معدن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھا فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس وہ خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور زیادت طلبی کا ہیجان ہوا پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پا کر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب و غروب ہین اور ظہور قدم بتجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب و نیست و ساقط ہونے والیکو نہین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے۔ کہا کہ لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگون مین سے جو خاص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے دیدار سے بیزاری کرنے مین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمین اشارہ ہی کہ معرفت رب تبارک تعالی حاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون۔ یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض۔ یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہون جسکے انوار فعل سے ہر تجلی کا ظہور ہی چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے ہین کہ وسائط پر نظر رکھتے ہین بلکہ مین اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہون کہ اسی سے میری بقا ہو۔ اور واسطی رح نے کہا

کہ قولہ لئن لم یہدنی یعنی اگر مجکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور و کشف افعال خاص مقام التباس مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگون مین سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین۔ قولہ انی بری مما تشرکون بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے اوتعالی کے کوئی چیز اللہ تعالی کی طرف دلیل نہین ہی قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہی اور یہی تحقیق ہی و لیکن اہل نظر پر الزام ہی کہ مناظرے معرفت ظاہر ہے پس توحید اُن پر لازم ہی و لیکن یقین ہی کہ ہدایت بدون اوتعالی سبحانہ کے ناممکن ہی اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو سب کے سب کافر رہی۔ فافہم۔ قولہ ما انا من المشرکین۔ واسطی رح نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہوسکتا ہے اور ہدایت کرنا اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کینہ وملال کرے تو مشرک ہی اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالی ہی کی قدرت ہی و قد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالی سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالی ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے یہ مخلوق ہی وہ خوب ہی قادر ہی کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا رکلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ۔ دوم مقام نعمت جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بری مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جسوقت آگ مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہی پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر تھے بلکہ قوم پر حجت لاتے ومناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تعالے۔

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ

اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجکو سوجھا چکا اور مین ڈرتا نہین

مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۗ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ

اُن سے جو شریک ٹھہراتے ہو اسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم سب چیز کو

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم

کیا تم دھیان نہین کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمھارے شریکون سے اور تم نہین ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ

اللہ کے ساتھ جس پر نہین اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب دونون فرقون مین کس کو چاہیے خاطر جمع ہو

إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ

اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچھ تقصیر اُنھین کو ہے

وقف لازم

ع ۹ — ۱۳ — ۱۵

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى

خاطر جمع اور وہی ہین راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُسکی

قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ۔ محاجہ۔ یہان بمعنی جھگڑا و جہالت کی باتین کرنا اور یہاں معنی نہین کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہوجاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہان تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا مگر مفسر رح نے معنی اول پر اکتفا کرکے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید مین جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجھکو برائی پہونچادین گے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالی کی وحدانیت مین۔ وَقَدْ هَدٰىنِ والحال انہ قد ہدانی الیہا۔ حالانکہ اوتعالی نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قرأۃ مین تحاجونی کے نون کو تشدید ہے باین طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کردیا اور ایک قرأۃ مین تخفیف نون ہے باین طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور قراء رحمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقاء نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب یا جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہین۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بتان ہین یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو مین اُن سے خوف نہین کرتا کہ مجھے کوئی برائی پہونچائین گے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہین ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچے گی۔ پس استثناء بمعنی لکن ہے۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اے وسع علمہ کل شی۔ ہر شئے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علماً تمیز ہے جو فاعل سے محول کرکے تمیز کرائی گئی ہے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا تم یہ نصیحت نہین سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ مین کیونکر ایسی چیز سے خوف کرون جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالی کے ساتھ ف حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع وَلَا تَخَافُوْنَ انتم من اللہ تعالی۔ حالانکہ نہین ڈرتے تم لوگ اللہ تعالی سے اس بات مین کہ۔ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ و برہانا۔ نہین نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے مین اللہ تعالی سے نہین ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ۔ پھر دونون فریق مین سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ مین بعضے علماء بدعت حسنہ کے قائل ہین اور بعضے علماء قائل ہین کہ نہین جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سنے اور اردو مین کتابین سیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالی و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلی و اولی ہے واللہ الموفق۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید الہی سے ڈرنیوالے۔ کون مستحق امن ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہین توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا الم یخلطوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے و اپنے
ایمان کو شرک سے نہین ملایا تو انھین کے واسطے امن ہی۔ اور حدیث بخاری و مسلم مین آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان
فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہین تو وہ مشرک ہوگیا پس اسلام و توحید یہ ہی کہ خلط نکرے
وقد قال تعالی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اور جو شرک نہین کرتے یہان ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر
ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہین ہوئے تو۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اُن کیلئے امن ہی یعنی عذاب سے امن ہی وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ
اور وہ اللہ تعالی کی جناب مین ہدایت پائے ہوئے ہین اور ظلم کی تفسیر شرک سے کمافی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم مانند ابو بکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت
کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہی پس زمخشری نے جو کشاف مین اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ
ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہی درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری مین گرفتار
رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہان گناہ ہی اور شرک مراد نہین کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونون کا اجتماع
لازم آتا ہی حالانکہ دونون ضدین جمع نہین ہوتے ہین جواب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت
خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہی کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہین ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہین ہوتے ہین کیونکہ
معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہوجاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہی پس مرتکب کبیرہ گناہ
کا تمھارے نزدیک مومن نہ ہوگا پھر تم یہان گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ۔ اسمین تلک مبتدا ہی اور وہ مبدل ہو کر حجتنا بدل
سے بلکہ مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہی۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہی جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کی وحدانیت پر کواکب کے غروب
و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کردی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہی۔ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ۔ اے ارشدناہ حجۃ علی
قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہم نے ابراہیمؑ کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
مَّنْ نَّشَاۗءُ ہم جسکو چاہتے ہین مراتب مین بلند کرتے ہین (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین ف۔ درجات کو اکثر قراء
کے قراءت مین اضافت ہی ای درجاتِ من۔ بدون تنوین کے اور کوفیون کی قراءت مین درجات کو تنوین ہی۔ اور وہ تمیز واقع ہی اور
من مفعول ہی اور بنا بر قراءۃ اول کے درجات مفعول ہی۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت الٰہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہین بلند کرتے ہین
اور جسکا نہین چاہتے نہین بلند کرتے۔ پس اللہ تعالی قادر مختار ہی اسپر کچھ بھی واجب نہین جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہین کہ اللہ تعالے
پر جو بہت بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہی حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہوگیا کیونکہ اللہ تعالی کی مشیت پر ہی پس ابراہیمؑ کو
یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سیکڑون مشرک ہی ان کو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی
مین بھی مشیت تھی اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ یعنی تیرا پروردگار ہر کام مین حکمت والا دانا ہی ف۔ فی العرائس
قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم یعنی جنھون نے اللہ تعالی کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے
استدلال کر کے نہین پہچانا اور مقام مشاہدہ مین درجہ عبودیت سے تجاوز نہین کیا اور احکام ربوبیت مین پڑ کر اسکے حسن تجلی سے
انانیت کا دم نہین مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ مین مقام عبودیت مین ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین مین ہی اور یہ انتہا درجہ معرفت ہی

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا آلہ الا اللہ کی توحید میں انا العبد میں بندہ مخلوق ہوں مطیع رہے **قال المترجم**
لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے میں یہ مقام آسان نہیں ہے جسکو اللہ تعالی دیوے اور یہی
بھید ہے کہ قیامت میں جب ظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگوں سے کہدیا کہ مجکو اور میری
ماں کو معبود بنا لو تو وہ کانپتے ہوئے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور او تعالی کی حمد و ثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر و تلوین میں
کوئی چوک زبان سے بیخبری میں نکلے اور اللہ تعالی جل جلالہ علیم و خبیر ہے حالانکہ اُن سے ایسی خطا نہیں ہوئی ہے۔ قال الشیخ
اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت میں پڑ گیا تو وہ سکر و تلوین میں رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہیں پہونچا
جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی میں نکالا اگرچہ معذور ہیں ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ
کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ میں اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالی توحید و معرفت خاصہ سے
نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر و تلوین کی نہیں پہونچتی کما قال تعالی اولئک لہم الامن و ہم مہتدون یعنی اُسی کے ساتھ
اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہیں اور نیز آیت میں اشارہ ایسے بندوں کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت میں جہان کی کسی چیز کی طرف
رجوع نہیں کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ ما زاغ البصر و ما طغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب میں کسی غیر کی طرف
ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیوں نہ ہو وہ حقائق توحید میں مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک
لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہیں اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت میں پڑا ہوا اپنے
نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالی کو وصف قدم و بقا و قہر و جبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالی لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جب اس نے اللہ تعالی سبحانہ کو بوصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل سے متصف ہوا تو اوس نے
امن سے پایا ہے کیونکہ صفت قدم میں خوف و امید کا نشان نہیں ہے وہاں تو جنت قرب و وصل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی
تجلیوں سے بالکل امن میں اور جب تک متصف بصفات آلہی ہیں مہتدون ہیں اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائق سے اللہ عزوجل کے
مناقشہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہوں۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالی ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہے کہ کسی دکھ و مصیبت و
خوشی و ناخوشی میں ان کی نظر سوائے اللہ تعالی کے کسی اور پر نہیں پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت ان کی او تعالی
جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہے۔ وہم مہتدون۔ انکا مرجع ہر حال میں اللہ تعالی ہی کی طرف ہے پس وہ راہ پائے ہوئے ہیں۔
بھٹکے نہیں ہیں۔ قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہیں رجوع ہوئے قولہ تعالی نرفع درجت
من نشاء۔ درجات چند چیزیں ہیں معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی او تعالی کی طرف
راہ ہیں پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہاں کچھ درجات جنت وغیرہ نہیں بلکہ وہاں شان
معرفت کے درجات ہیں یہاں عارفین موحدین کے لیئے ازل و ابد میں سیر ہے جس کی انتہا نہیں بلکہ وہاں انتہا و لا انتہا کسی کو دخل نہیں قال
اشارہ ہے کہ مریدین میں سے ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں پس اسکو واصل کرتے اور وصول میں ان درجات سے سیر عرفان
ہے اور نیز درجات میں عشق و محبت و شوق کے درجے ہیں اور نیز درجات میں صفاء سر باطن و صحت نیت ہے اور نیز اخلاق پاکیزہ ہیں اور بعض نے
کہا کہ پرتو تعلیم آلہی و فہم حکمت از او تعالی ہے۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام تب خلوص باطن سے بندہ خلیل ہوئے۔ اللہ تعالی نے

اعلیٰ درجات علم وحکمت دیئے اور مزید بران یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ

اور اُس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوُودَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکبختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو اُن کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ذٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

اللہ کی ہدایت ہی اُسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ۝ أُولٰئِكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانے یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر وہ لوگ تھے

الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۖ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُن کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ۝

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

۱۰ ع ۸ ۱۶

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰقؑ اور یعقوبؑ یعنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیمؑ کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہے جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا ملخص یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیک نام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی امید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں بیٹا و پوتا ہوئے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا
اور تعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہے کہ نبوت و کتاب کو انھیں کی اولاد میں کر دیا اور یہی حضرت
نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در حقیقت
ذریت نوح علیہ السلام ہیں پس نوح کی تمام ذریات میں سے نبوت و کتاب حضرت ابراہیمؑ وان کی ذریات میں مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا۔ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیم کے۔ پس
نوح کی ذریت میں نبوت و کتاب ہونا حضرت ابراہیم کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص میں مراد تھا۔ ایسے
علماء نے مرجع ضمیر دونوں طرف جائز سمجھا فی قولہ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب یہی مذکور ہیں اور بعض نے
حضرت ابراہیم کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہیں مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ میں یعنی۔ دَاوُدَ
اور اسکا بیٹا وَسُلَيْمَانَ اور یہ دونوں نبوت و بادشاہت کے جامع تھے۔ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ۔ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ
وَكَذَٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندوں کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندوں کو
بدلا دیتے ہیں۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داؤد اسمیں ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوح ہر دو مرجع میں سے
نوح ہی اقرب مذکور ہیں تو یہ ظاہر ہے اور اسمیں کچھ اشکال بھی نہیں اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو
کیونکہ سیاق کلام انھیں کی شان میں ہے تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہے کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہیں اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیم
کے بھتیجے ہیں اُن کو ذریت میں شمار کیا اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمٰعیل کو یعقوب کے آباء میں شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک
والٰہ آبائک ابراہیم واسمٰعیل واسحاق الآیۃ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہے۔ وَزَكَرِيَّا اور اسکا بیٹا يَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا
وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انمیں سے صالحین بندوں سے ہے۔ واضح ہو کہ یہاں ان
انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہیں بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمیں بحث
کرنا بیفائدہ ہے پس داؤد بن ایشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہیں اور معالم میں جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا
حلیہ بسبب قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیوں کا بہتان محض غلط ہے بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام
ہیں۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا
بن ادن بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکاً
نام رکھا تھا اور محمد بن کعبؒ نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم میں ہے چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ میں شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت میں شمار کیا
حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے نہ تھے تو یحییٰ
بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی
پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے منسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت میں سے ہیں تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواہ ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواہ ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود- اور لفظ یہ ہین کہ حجاج نے یحیی بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ و حسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ مین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحیی نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰؑ کے ذریت مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہے- قال الحافظ- اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گاؤن مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلئے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی- وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور نواسون کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ نواسون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید- یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث علی ما فی صحیح البخاری- دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجازاً ہے بمعنی ذریت و اولاد کے- قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو- ومن اللہ تعالی التوفیق الیاس مین اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے الیاس کو نوح کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان کرنیوالے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد مین سے ہین- ضحاک رحؒ نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتون مین سے ہین- اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام و احسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت و بزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہے- وَاِسْمٰعِیْلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے مؤخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت آلہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا- وَالْیَسَعَ مفسر رحؒ نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین- وَیُوْنُسَ بن متی- حدیث صحیح مین آپنے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو- وَلُوْطًا ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور اُن کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آئیندہ انشاء اللہ تعالی آئیگا- وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ- اور ان مین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ آپس مین ان مین سے کون کس سے افضل ہے- اور اہل فقہ و علم اسمین کلام نہین کرتے ہان دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہے اور جو اسمین اختلاف کرتے ہین اُن کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہین ہے- وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہے کلا پر یا نوحا پر- اور من یہان تبعیض کے واسطے ہے یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیون مین سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہین ہوسکتا کہ کل باپ دادے و جملہ ذریات و برادر مراد ہون کہ ان مین سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد مین بعض کا فرزند نہ ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا- المعنی- اور اُن کے آباء و فدیات

وبرادرون سے ف۔ ہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ اختر ناہم۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کرلیا۔ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف۔ اسی مقام سے خاص بشر کو خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والون نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالےٰ کے سب کو شامل ہو۔ وقال المترجم اس مسئلہ مین گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہو کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو مین ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہین اور برعکس پس عقائد مین جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذٰلِكَ الدین الذی ہدو الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہو جس کی ان کو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہو کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا۔ کہا جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہو اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنی مرتبہ ہو اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا۔ ھُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ یہ ہدایت الٰہی ہو اس سے جسکو اپنے بندون مین سے چاہتاہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام پر تھا وہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندون کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کرین اور راہ سنت مستقیم پر رہین اور باطل وشرک سے بچین بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص جہان کمال مطیع تھے وہان سب سے پہلے شرک سے بچے تھے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہوجاتا ف۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہان تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ لوگ کہین کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہوجاتا پس شرک عموماً برباد کر دیتا ہو وقال الحافظ۔ اسمین شرک کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہو جیسے فرمایا۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیۃ۔ یعنی اے محمد تجکو اور تجھ سے پہلے والون سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہوجاوینگے۔ ھ۔ پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہو اور شرط اس بات کو نہین مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہو بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہین بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمٰن کے کوئی بیٹا تو مین پہلا عبادت کنندہ ہوتا۔ ھ۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بناوین تو ہم اپنے یہان بنا لیتے۔ ھ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفیٰ مما یخلق ما یشاء الآیۃ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اسمین سے جو چاہے چھانٹ لے۔ ھ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہین محال ہو۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا۔ مین یہ جائز نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل مین ان کو برگزیدہ پاک اعمال کر دیا تھا۔ لہذا مفسر سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اُسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کر دیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہو اُسکے معنی یہ ہین کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہونیوالا ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلاً اذا حبلت الشمس اتیتک۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو مین تیرے پاس آؤنگا۔ یہ غیر ممکن ہو پس یہان حرف اِن لاو اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک۔ اگر سورج غروب ہوگا آؤنگا بیشک غلط ہو

بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہوا اسکا وقوع محتمل ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا۔ اُولٰٓئِکَ الموصوفون المذکورون۔ یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ف یعنی آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ بایں طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ وَالۡحُکۡمَ اور حکمت الٰہیہ۔ وَالنُّبُوَّۃَ اور نبوت ف اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اُس نے خطا کی ہاں لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا۔ اے بہذہ الثلثۃ۔ پھر اگر کفر کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔ یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں ھٰٓؤُلَآءِ اہل مکہ۔ کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و الضحاک و قتادہ و السدی و غیرہ واحد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا ارصدنا لہا یعنی تو کیل بمعنی ارصاد ہے المعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ ایمان لانے کیلئے۔ قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِہَا بِکٰفِرِیۡنَ ایسی قوم کو جو کبھی اس سے منکر نہیں ہیں اور بکافرین پر باء زائدہ ہے بغرض مزید تاکید کے۔ قال المفسر یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اسی کے مانند ابن عباس سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اور یہ بعید ہے اور حق یہ ہے کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے اولاً تو اہل مکہ تھے مگر ہر انکار کرنیوالا انہیں شامل تھا اسیطرح ایمان لانیوالے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور جو اسی طرح ایمان لاویں انہیں شامل ہے اور ان کی تعیین علم الٰہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا۔ قال الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم یہود و نصاریٰ نے انکار کیا تو ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاوے گی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں کے منکروں کا کفر مقدر کیا اور ایک قسم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک انہیں ان کے پیرو ہیں اسطرح کہ انہیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات الٰہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ اے ہداہم اللہ تعالیٰ۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ اے بطریقہم من التوحید او الصبر اقتدہ پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے۔ رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہیں اور اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اوفی یہ ہے کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اسواسطے کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں۔ دیگر امور میں مانند صبر بر ایذائے کفار میں اقتدا کریں بماسند قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل یعنی جیسے اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدا کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا۔ پھر اقتدہ میں ہا سکتہ ہے پس وقف میں یہ ہا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو بایں طور کہ وصل کو وقف کے بجائے ہا ادا کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہے اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہے نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

اور راجع بجانب مصدر ہے یعنی اقتدہ بمعنی اقتدار الاقتدار ہے۔ قُلْ لاہل مکہ۔ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ۔ اے
علی القرآن۔ نہین مانگتا ہون تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض۔ اَجْرًا۔ ان تعطونہ کچھ اُجرت
جسکو تم لوگ دیدو۔ بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ اِنْ هُوَ ما ہذا القرآن
نہین ہے یہ قرآن۔ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آیندہ
قیامت تک پیدا ہوجاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق
پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری
دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہے اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت
مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہے اور دلیل یہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم
فی العرائس قولہ اجتبیناہم وہدیناہم۔ اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد
کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین
اور بشریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہو اور جنید رح نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ
کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف او تعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالی اولئک الذین
ہدی اللہ۔ او تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدار کرین کیونکہ اس
مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کرے
چنانچہ فرمایا قل انما اتبع مایوحی الی من ربی الآیۃ۔ کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ
نہین دیکھا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے
اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علمار تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپ کو انبیاء
سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علمائے نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا اسپر ہم کو عمل کرنا چاہیئے ہے اور مترجم
اس بحث کو پہلے ذکر کرچکا ہے فتذکر۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور
حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت
وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ او تعالی نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ۔ واسطی رح نے اس آیت مین
کہا کہ او تعالی نے ان انبیا علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب
اُن سے ساقط کردی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھردیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت
پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ یعنی تم لوگ اقتدا کرو
دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدار صحیح ہے جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور
انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور انھوں نے نہ جانا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اُتارا نہیں کسی انسان پر کچھ پوچھ تو کس نے اُتاری

الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ

وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کی جسکو تم نے ورق ورق کر کر

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ

دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اسمین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمھارے باپ دادے کہہ

اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے انکو اپنی بک بک میں کھیلا کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

برکت کی سچ بتاتی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝

والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ یعنی نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف۔ کذا حکی عن ابن عباس رض اور یا یعنی کہ نہیں پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اسکے پہچاننے کا۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اُتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہو اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندون پر بہت ہو لہٰذا کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگون نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوْا۔ جبکہ کہا ان لوگون نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے میں جھگڑتے تھے۔ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ مِن ادہ بغرض تاکید وشمول نفی ہے "نہیں اُتاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز"۔ قال المفسر رح یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اُتارا۔ ابن عباس سے روایت ہو کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اُتاری۔ سدی رح نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہ رح سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے شاید ان یہودیون نے عوام کو شک ڈالنے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت میں مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ میں تھے یا اتفاق سے مکہ میں گئے ہون اور یہ سورہ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رح قولہ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ۔ نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ اُنھون نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہو اور ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا ہو پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کر کے کہا کہ اصح یہ ہو کہ قریش کے حق میں نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہو اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کئے جانے سے منکر نہیں ہیں ہان قریش و عرب اے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کما فی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشرا رسولا الآیۃ ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شئ ۔
مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سب واقع ہو سکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہو سکتی ہے
کہ یہود کمبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی
کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے مین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش
تو اس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا ۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔ ان لوگون سے
کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ ۔ ف ۔ یعنی توریت پھر کس نے اُتاری ۔ بہ مین بار تعدیہ اور ضمیر مفعول بہ ہے
اور اسی سے حال ہے ۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لئے یعنی منور و ہادی
ہے ۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی ملجاتی تھی ۔ اور قریش پر یہ اسوجہ
سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کرسکتا اور اگر
نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت
کردیا اور قریش نے انھین جھوٹون و بہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش بھی رد ہو گیا ۔ یہودی اس سے کسی طرح
انکار نہین کرسکتے ۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا ۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء
متفرقہ بناتے ہو ۔ ابوعمرو اور ابن کثیرؒ نے یجعلون بیاء تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلون اور یبدونہا اور یخفون سب بیاء تحتانیہ
پڑھے ہین اور باقیون نے یجعلون وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہو گا جسکے فوائد مین سے
یہ بھی ہے کہ بالمشافہ و خطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو
قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قراطیس یعنی اسکی اصلی کتاب مین سے نقل کرکے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا
ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہے وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین
وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی ۔ اور یہ اُن لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا
یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے
لوگ اسمین سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ
مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۔ کیونکہ یہ علمتم ایہا الیہود من القرآن مالم تعلموا انتم ولا اباؤکم من التوراۃ ۔ بیان ما التبس علیکم واختلفتم
فیہ ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتین جنکو نہین جانا تمنے اور نہ تمھارے باپ
دادون نے توریت مین سے بایں طور کہ قرآن مین بیان آگیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہو گئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے ۔
(السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی و پچھلی وہ خبرین و علوم سکھلائے جو تم
و تمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے ۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اُتاری
ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم و تمھارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہون
کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت و احسان کے ہے یہود پر

اونعمت کی یاد دہانی ہوتا کہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار
کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جوابدے لقولہ قُلِ اللّٰهُ اے اللہ تعالی انزلہ۔ رواہ علی بن
ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالی نے اس کتاب کو اُتارا۔ یعنی یہودی جھوٹے مفتری شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب
تو یہی ہو تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالی نے اسکو اُتارا پس جبکہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو منکرون و
یہودیون کا قول کہ اللہ تعالی نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہوگیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ
کافی ہے۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ فی باطلہم يَلْعَبُونَ۔ پھر اُن کو اُن کی جہالت گمراہی اور بہتان وافترا مین چھوڑدے
لہو ولعب کرین ف یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالی کی تقدیر و مشیت ہو انمین جاری ہو۔ اور یہ بیان مشیت ہو کہ صریح الزام ان پر
عائد ہین یکھتے وجانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہو کہ پھر قرآن مجید کو
بیان فرمایا۔ وَهَٰذَا یہ قرآن كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہو کہ ہم نے اسکو
اُتارا مبارک ہو اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہو
وَلِتُنذِرَ دو قراءۃ ہین تا رخطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہو اور یاء تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہو اور یہ اپنے ماقبل پر
از راہ معنی کے عطف ہو اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہو کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت واگلی کتابون کی تصدیق کے اور
واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈرسناوے۔ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ام القری کو یعنی ام القری والون کو اور ان
لوگون کو جو اسکے گرد ہین۔ قتادہ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتدائے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے
مکہ کو ام القری کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہو اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہو۔ بالجملہ ام القری کے گرد والے
تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند مان کے ہو چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل
یا ایہاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ لانذرکم بہ
ومن بلغ الآیۃ پس یہ وارد نہوگا کہ قولہ لتنذر ام القری۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہو کیونکہ من حولہا کے
معنی عموم بعثت کے مثبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد
ہون تاہم ایک خاص فعل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین بایں معنی کہ جسکو بواسطہ
آپکی بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہو ورنہ کافر ہوگا۔ فافہم۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ جو لوگ آخرت
کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈرسنانے پر متنبہ ہوتا
اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی توچند روزہ ہے اور لہو ولعب بیکار ہو اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار
آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین۔ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت
رکھتے ہین ف یعنی عذاب الہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت بایں معنی کہ وہ دین کا
ستون اور اصل اعمال ہو جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہو کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام
بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالی کے حضور مین عاجزی اور عرض کرنا نے

کو خیال نہین رکھتے اور سورۂ الحمد مین جو دعا و مناجات ہے اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللہم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پا وین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہے کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریائی کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہے حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہے ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہے اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہے اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہے کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہے وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہے کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین وہ اسکی
پاک برتر شان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہے۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد
ہے وہو اللہ فی السموات و فی الارض یعلم سرکم وجہرکم و یعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکا و سبحانک
اللہم آمنا بک و بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ او تعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے بس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی
ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا بعض نے کہا کہ او تعالیٰ کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین قولہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے واردات
سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانتے بس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو بزبان ادائے
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہے تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہے تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہے اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑ دے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین تو جب شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤکم۔ کی تفسیر مین حضرت قتادہ رح سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہے اور حضرت مجاہد رح سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہے بس یہی اشارہ ہے ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا ذو جہت سے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پردہ ہے اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے او تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

تاکہ زبان باطنی موافق بزبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے بلکہ وہی ہو رہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی ہین کہ اور وہان کے حسب حال اذکار اور زبان سے چھوڑ دے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الہ الا اللہ نہین کہتے اور اللہ کہتے ہین اسمین کیا بات ہے فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے جس کی نفی کرون پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہین ہوتی۔ پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤن پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعوی کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلی رح سے دعوی کا استفسار کیا تو شبلی رح نے کہا کہ ایک روح تھی کہ محبت مین سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا قصور ہے پس خلیفہ نے حاجبون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہین ہے قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہے کہ لا الہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھین کو حکم ہے کہ آلہہ باطلہ بناتے ہین اور جن کو یقین پڑھا جاتا ہے وہ کافرون مشرکون پر تعجب کرتے ہین کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہین پھر کس معبود کی نفی کرین یہان تو فقط ایک اللہ پاک معبود برحق ہے ہان اگر کوئی اور وہم خیال مین آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلی رح نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کرون حاصل آنکہ اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بد خلقی کا تصور ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہین ہے تو بات اگرچہ سچی ہے ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہین سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار ہی کچھ نہین ہے کیا ان مین الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہین پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہین ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہین کر سکتے ہین اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور تیری امت پر جو صادقین ہین کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہین اور بادہ ہیبت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہین جس سے دیدار صفات قدم کے خزانون تک پہونچتے ہین کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہین جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات کی کنجی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین انوار عقل سے غور کرینوالا ہو جیساکہ دوسرے مقام پر فرمایا کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور نیز مبارک ہے باین معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جسمین اسرار قرب وصال ہین اور تشویق بحسن و جمال ہے اور تحذیر از ہجر و فراق ہے اسمین اہل نور و تقوی کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہین اسمین عارفین کے لئے اشارات ہین اور موحدون کے لئے مفرحات ہین اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غیر سے دور ہین یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت مین سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہین اور یہ زیادہ جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والون کے لئے۔ اور ایسی ہی تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے سمجھکر پڑھنے والون کے لئے۔ قال الاستاد۔ حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ وجد و حال مین تسکین اور شفا از درد ہجر و فراق ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ

اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہین

شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ

آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

ومن اظلم - ای لا احد اظلم کوئی زیادہ ظالم نہیں - ممن افترى على الله كذبا - یا دعا النبوة ولم يكن نبيا ایسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالی پر - باین طور کہ نبوت کا دعوی کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا - او قال عطف خاص برعام ہے بنا بر قول شیخ ابوحیان کے - یا کہا کہ - اوحي الي ولم يوح اليه شيء - مجھے وحی الٰہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے - عکرمہؓ سے ابن جریر رح نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہ رح سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے عکرمہ وقتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے - ومن قال - اے ومن قال پس عطف ہے من افترى - پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلیے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جس نے کہا - سانزل مثل ما انزل الله - کہ مجھ پر اُترے وہ الہام جیسا اللہ تعالی نے محمد صلعم پر اُتارا؛ اور یہ ان لوگوں نے بیباکی وحماقت سے کہا دیا، مطلب اُنکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنالیں کما قال تعالی واذا تتلى عليهم اياتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل هذا - اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالی ثم انشانا خلقا آخر - اسکو لکھوایا تو عبداللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یونہی نزول ہوا ہے اور یہ کم قدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی پھر آیا کریگی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہونچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا - قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبداللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا ہاں خبر غیب ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبداللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے مصداق وہی لوگ تھے

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰی یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے۔ غمرات جمع غمرۃ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رضؓ غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے ف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ نکالو اپنی روحون کو ف ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہین۔ قال ابن کثیر رحؒ باسطوا ایدیھم یعنی مار پیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابوصالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دبکتی ہو اور نکلنا نہین چاہتی ہو پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤ گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر ف یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کئے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور اوتعالی کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر رحؒ جواب لو محذوف ہو بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا و کذا الرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہو کر بدحال ہون گے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوین گے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر رحؒ یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کئے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیً تنوین بنابر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور بالف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنابر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فردی جمع فرادی نہین پس اسم جمع ہو اور راغب رحؒ نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حال واقع ہے۔ اے جئتمونا منفردین الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکرمہ سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیر رحؒ یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس گر ایمان لا کر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخر کار چار و ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہو کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

تیرا مال بھی ہے سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا۔ اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ۔ الاصنام۔ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۔ یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ مین لات عزی وغیرہ بتون کو جو تمھارے زعم مین تمھارے شفیع تھے اب نہین دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق مین یہ لوگ اللہ تعالی کے شریک ہین۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ ۔ وصلکم ٹکڑے ہو گیا وصل و میل تمھارا۔ یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قراۃ رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہے اور یہی اکثر قرار رحمہم اللہ کی قراۃ ہے۔ بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونون معنی مین آتا ہے پس یہ اضداد مین سے ہے اور یہان بمعنی اول ہے اور حفص و نافع وغیرہ کی قراۃ مین بینکم بنصب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعود رض کی قراۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے۔ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ یعنی دنیا مین جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب و تقطعت بہم الاسباب الآیۃ ف۔ فی العرائس قولہ تعالی ومن اظلم ممن افتری الآیۃ۔ اسمین اشارہ ہے کہ امر الٰہی مین ہر مفتری و جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعوی کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگون کو بہکاتا اور ناحق خراب و برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا مین برباد ہو گا۔ بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم مین داخل ہے۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہے۔ قولہ تعالے ولقد جئتمونا فرادی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے ظہور مین ہیچ و مضمحل ہین جب بندے پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھین گے اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ مین ان کی کچھ ہستی سمجھین گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہون گے جیسے عدم سے نکلے۔ بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اوتعالی کی درگاہ مین رجوع لاوے۔ شیخ ابو حفص رح سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی مین جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ مین لیجاوے۔ قال تعالی لقد جئتمونا فرادی یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے۔ قال الشیخ مجھے یہان ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے در حالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال مین عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب مین بلی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ و بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ مین اشارہ ہے کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہے اور اوتعالی نے قولہ وترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہان پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

اور اُسی نے بنا دیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیرون مین جنگل اور

الْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگون کو جو جانتے ہین

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۔ یہان سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہوا ے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہون وغیرہ کے اور نوی ہر گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالی درخت اُگاتا ہے جسمین بالیان ہزارون دانہ لاتی ہین اور گٹھلی سے درخت جمتا ہے جس کا سر ہوا مین بلند ہوتا اور ہری ہری پتیان و شاخین ہوتی ہین یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک و کافر جن کو اپنا معبود ٹھہراتے ہین انہین سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہین ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف ہر دانہ و گٹھلی و حیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہین اس سے زندہ نکالا اور یہان سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبزو نباتات مین جان ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمة اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذٰلک لمحی الموتی الآیة۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۔ زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے مین ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہین مگر آنکہ آدمی بیوقوف اندھا ہو۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ۔ یعنی جس کی قدرتون مین سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالی ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۔ یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہین تم کہان منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتین بیان فرمائین۔ بقولہ۔ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۔ اصباح کو شق کرنے والا ہے ف مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرہ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہان وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی ہے کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ اشق فرمایا ہے صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے و دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای خالق الصبح ۔ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانیوالا ہے ف سکن یون کہ اسمین تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے سکن محل سکون قال قتادہ اسمین ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہے۔ قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اُڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ
شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا بر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہی کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہی یعنی بحسب المعنی مفعول ہی پس
اسی پر شمس و قمر کا عطف ہی اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہی یعنی یجریان بحسبان ۔ پس با محذوف ہی
چنانچہ سورہ الرحمٰن مین ظاہر مذکور ہی اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہی کہ حسبانا
یعنی عدد ایام و ماہ و سال ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جاری ہوتے ہین بحسبان مقدر لقانون متقن کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہی
بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلین ہین کہ جاڑے گرمی مین اسی پر چلتے ہین اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہی ۔ کمافی قولہ وجعل
الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو
غالب ہی اپنی بادشاہت مین دانا ہی اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عزوجل ہی ۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ ۔ جمع نجم
ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر یہان ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہین یعنی اسی پاک عزوجل نے تمہارے
لئے ستارے بنا دیئے لِتَهْتَدُوْا بِهَا ۔ تاکہ راستہ تلاش کر لو ان نجوم کے ذریعہ سے فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ یعنی اپنے
سفرون مین یعنی رات کی تاریکیون مین خواہ خشکی مین ہو یا سمندر مین ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونون کی طرف بسبب
ملابست کے ہی یا ظلمات سے مراد ان دونون کے اندر راہون کا اشتباہ ہی کہ بدون نجوم کے وہان شناخت نہ ہو ۔ واضح ہو کہ
اکثر روئے زمین پر ملکون کی راہین بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہان ریگستان
و جنگل و پہاڑ ہین ہرگز پتہ نہین لگتا کہ کدھر جاوین اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ستارے ثوابت
پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہی اور آنحضرت صلعم نے انھین سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی
کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ۔ یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستارون کے مانند ہین جس سے اقتدا کروگے اُسکے پیچھے راہ پر پہونچ
جاؤگے ۔ ظاہر ہوا کہ ستارون کی پیدایش اسلئے نہین کہ کافر و مشرک اُن کی پرستش کرین یا اُن کی طرف سے اپنے حق مین رزق
وغیرہ مقدرات خیال کرین بلکہ یہ فائدہ ہی کہ راہ بھول جاوین تو راستہ کا پتہ لگاوین ۔ قال ابن کثیر رح بعض سلف رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جس نے ستارون مین سوائے تین باتون کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسنے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ایک یہ
کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان کی زینت کیا ہی اور شیطانون کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے مین جنگل یا دریاؤن مین اُن کے پتے
سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستارون سے خشکی و تری مین
راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہین پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین
کے رجم کیواسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو ۔ قتادہ رح سے اسی کے مانند مروی ہی ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستارون سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیون مین راہ ڈھونڈھ لو ۔ پھر اور باز رہو ۔
رواہ ابن مردویہ والخطیب ۔ امام غزالی رح سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم مین دقائق و معرفتین ہین جو اہل علم کی شان ہی اور عوام
اس سے ممنوع ہین تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی انسے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات
والارض مین شامل ہی اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان مین بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کرین تو یہ صحیح نہین ہی اور حق یہ ہی کہ ان مین اس معنی

کرے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم مین نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھین دونون اماموں و مرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو۔ رواہ الطبرانی والخطیب۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے جادو مین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ بن ابی شیبہ و ابوداؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم ہوتا ہو کہ ستارون وغیرہ مین نظر کرنا روا ہی تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہو کہ تین اُمور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان مین نظر کرنا روا ہی۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالی کے نزدیک محبوب بندے وہ ہین جو نگاہ رکھین سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتون کیلئے۔ رواہ الحاکم وصححہ۔ وعن ابن ابی اوفی وابی الدرداء وابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین والطبرانی والخطیب والامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستارون کی بہت سی تاثیرات کتابون مین لکھی ہوئی جمع ہین اور وہ موافق ہوتی ہین تو جواب یہ ہو کہ تاثیر کے معنی ہین کسی چیز مین اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہو کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز مین اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالی نے ظاہر مین جو اسباب نظر مخلوق مین رکھے ہین کہ اللہ تعالی کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہو تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہین اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہین تو انکا کیا اعتبار ہو اور کیونکر یقین ہو اکہ آیندہ زمانہ مین یون ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری مین چاند اُنتیس ۲۹ کا لکھا ہو اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال ۱۳۰۴ھ ہجری مین مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان مین خود تاثیر نہین دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے سوم تاثیر کا حال معلوم نہین کہ اللہ تعالی تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہو نجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنین و چنان جو نجومی بیان کرتے ہین صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہین کھلی ظاہر ہین پھر مرد مسلمان مؤمن کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہین کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح مین صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق مین مذکور ہو چکی ہین اور دل یون مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالی نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہین کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیون کی طرح رات دن حرکت مین یا ثابت ہین اور اسی کی یاد مین مصروف ہین اسی کے حکم مین مسخر و مجبور ہین وہ بھلا کیا کر سکتے ہین لہذا ایسے اعمال کرو جو اللہ تعالی عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہین اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہو پس آخرت کا توشہ درست کرو جسکو قبر مین ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح مین ہو کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہو یا دوزخ کا ایک گڑھا ہو پس اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے ہدایت مانگو اور کفر و شرک و بد اعتقادیون سے بچو اللہ تعالی مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہو والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر دلالات بیان کر دین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت مین فکر کرتے ہین۔ یہ ایسا کھلا بیان ہو کہ جس قوم کو اللہ تعالی

نے علم وہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت و جلال و توحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فالق الاصباح الآیۃ ۔ صبح انوار شہود کو اہل ایمان و معرفت کیلئے منکشف فرمایا ۔ از انجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام و اولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا ۔ قال المترجم حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہے فتذکر ۔ قولہ جاعل اللیل سکنا ۔ جنکو انس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور او تعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہر کہ جس نے تنہائی مین او تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے ۔ یہ جوش محبت کی خبر ہے ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب و سینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا ۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنیوالا ۔ قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ ۔ واضح ہو کہ عوام لوگ جسم و جسمانیات کے متعلق جو قوت ہو اُس کو عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہین ہو بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہو وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہی بس اشارہ ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین تو ضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہو کہ نفوس کی تاریکیون مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات و انوار صفات کی راہ ملتی ہو اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی ۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہوکر رضا و تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ رضاء حق عزوجل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو ۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا ہم نے کھول سنائے پتے

لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ

اُس قوم کو جو بوجھتے ہین اور اسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہمنے اس سے اُگنے والی ہر

شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چیز پھر اسمین سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے مین سے گچھے

دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ

لٹکتے ہین اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس مین ملتے اور جدے

انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا ان چیزون مین سب پتے ہین یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ خلقکم۔ تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر اوتعالیٰ کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا۔ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے۔ اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ فَمُسْتَقَرٌّ بکسر قاف قرأۃ ابوعمر و ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑ نیوالے ہین رحم مین۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ بفتح دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین اور اس تفسیر کو عبد الرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی اور نیز ابن مسعود رضہ و ایک گروہ علماء سے اس کے برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین و مستودع رحم مادر مین۔ وفی الکمالین عبد الرزاق نے ابن مسعود رضہ سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رضہ کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے۔ قال الحافظ اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی وہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشاء اور روایت عبد الرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت مین ہوگی کہ موافق قرأۃ باقی قراء رحمہم اللہ کے مستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر و ظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فقہ رکھتے ہین یعنی یفقہون ما یقال لہم جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ماء یعنی مینھ پہلے آسمان سے ابر مین اُترتا ہے پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہرچند جاڑے و گرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینھ سے نہین ہوتی ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اُتارا۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شئ تنبت یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اُگتی ہے اُگایا۔ حاصل آنکہ کل شئ سے مراد اُگنے والی ہر شئے ہے۔ رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شئ حی۔ مین بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر شئے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جس طرح فرمایا ہے بلا تقیید وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور یہ تحقیق بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئیگی۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا۔ فاخرجنا من النبات شیئا خضرا۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شئ سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شئ۔ ہم نے پانی سے ہر شئے کی نبات نکالی یعنی آدمیون و ہر قسم کے جانورون و چرند و پرند وحشی و پالو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا۔ نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان ہوتی ہین اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدایش کی تصویر عقل مین آوے۔ سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہے

جسمین نادر حکمتین ہین ولیکن گویا آنکھین دیکھتے دیکھتے پتھرا گئین حالانکہ ہر وقت و ہر باران کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ
مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض ولہذا ملکر خبر مقدم ہوئی قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع
اول ما یخرج منہا فی اکمامہا یعنی طلع اول وہ چیز کہ بر آمد ہو نخلہ مین سے ہے اس کے اکمام مین۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو
طلع پر ہوتا ہے۔ قبل طلع وہ کفری ہے قبل اسکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر غدق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف
کھل گیا تو غدق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہین جسکو ہندی مین گھا و گودھ بولتے ہین اور غدق خاص خرما کے گودھ کو کہتے ہین
اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو و صنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ
جما اور دانیہ اے بعض قریب بعض یعنی آپس مین ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی
لٹکے ہوے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھین لدی ہوئی زمین پر چھٹی پڑتی ہین اور
ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ
اسکا بوجھ نہین سنبھال سکتی ہے۔ وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغون کہ انگور
کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب و اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونون
ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی در حالیکہ مشتبہ
ہین زیتون و رمان کے پتے اور نہین متشابہ ہین پھل دونون کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے پتے
زیادہ مشتبہ ہوتے ہین۔ اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو
جب اسمین پھل آوین۔ الثمر بفتحتین احد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے
مین دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہین بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی
پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم مین۔ لَاٰيٰتٍ یعنی
دلالات ہین اولتعالیٰ عزوجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتون سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے
وہ ضرور بدرجہ اولی بروز بعث و حشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلیے
ہین ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبر کا اشارہ فرمایا اور یہان قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صنعت
اولتعالیٰ عزوجل سے انتفاع انھین لوگون کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہائے گوناگون کے مشیت مین چونکہ کافر و
مشرک مطرود ہوئے ہین ان کی آنکھون پر پردے پڑے ہین کہ ان کو یہ نظر ہی نہین آتا اور یہ خود چشم ایمانی مین عجیب قدرت
نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ آنکھون والے موٹے تازے یہان اندھے ہین اللھم ثبت قلبی
و قلوب المومنین علی دینک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت
ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہین کہ یہ موہبت عظمیٰ ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ
وہو الذی انشاکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق مین تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے سب کو جو ہر فطرت سے

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشاء وجود اسکے فعل خاص کا نور ہی اور نور فعل خاص کا منشاء وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہی اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہی۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا اور لطائف خطاب مین سے اشارہ کیواسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدۃ۔ ہی یعنی بظہور نفس احدۃ ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہی پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہی اور مستودع اسکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر آیات ہین اور مستودع انکا صفات ہین اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہین اور مستودع انکا ذات ہی [illegible] کہ صفات ہین تو بقاء دوامی کے ساتھ باقی ہین اور ذات مین فناء وحدت سے فانی ہین کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہی کہ وہان کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن و حادث وہان فانی ہین اور یہی فنائے توحید ہی اور نیز مستقر جو آیت کریمہ مین مذکور ہی بعض لوگون کا مستقر تو مقامات ہین اور مستودع انکا حالات ہین اور مستقر عقول کا عبادات ہین اور مستودع انکا کرامات ہین اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہین جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہین اور مستودع انکا انوار توحید ہین جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطاء نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہین جنمین مستقر و مستودع ہین پس مستقر تو حال معرفت ہین مکشوف عنہ ہے اور مکشوف حال معرفت مین مستقر علیہ ہی۔ قال المترجم معنی اس کلام کے یہ ہین کہ اہل معرفت کو اللہ تعالی نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہی اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدر ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کرم بخشش عطا ہوتی ہی پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہین وہ دو قسم کے ہو جاتے ہین اس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا آپ وہ مکشوف عنہ ہوا یہان تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اسمین مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ کذا فہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اس سے زائل ہی۔ واسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات ظاہر ہی اور مستودع اس کی طرف عود کرنے کا جسکا اس سے جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن عیسی ہاشمی نے کہا کہ ہر ایک وہ اپنی مخلوق کا عالم ہی جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے کلام مین مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ مین لکھا پھر لوح کو مقادیر مین ودیعت رکھا جو اسمین مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت مین ہوتا رہا یہانتک کہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت مین پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ

اور ٹھہراتے ہین شریک اللہ کے جن اور اُسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہین اُسکے واسطے بیٹے اور بیٹیان بن سمجھے وہ اس لائق نہین

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہے ان باتون سے جو بتلاتے ہین نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُسکو کہان سے ہو بیٹا

وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اُس کو کوئی عورت نہین اور اُسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ اور مشرکون نے اللہ تعالی کے واسطے جنات ساجھی بنائے ف یہ وہ مشرکین کا جنھون نے اللہ تعالی ایسا کہ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اوپر مذکور ہوئے ہین اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت مین

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہے اور شرکاء مفعول اول ہے اور الجن اس سے بدل ہے یعنی اللہ تعالی
کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہین۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ
جنون ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری
رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہے اور فرمایا اللہ تعالی نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ
وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ۔ حاصل آنکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون
کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالی کا شریک بنایا۔ وَخَلَقَهُمْ۔ اے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکون شرکاء۔ حال یہ کہ اوتعالی
نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہوسکتے ہین مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی
شرک ہے چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون ودرویشون کا قول جو کچھ وہ
حلال وباطل کہتے اسکو اُن کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی اُنکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے
مین مشرکون نے جنون کا قول مان کر ان کو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ
سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالی کا ہے
اور عالم ودرویش اگر اوتعالی کا حکم بتادے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم موافق قرآن
یا حدیث کے نہین ہے تو فوراً ترک کردے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت
مین ورشریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف رائے مہملہ ہے اور معنی اسکے
تراش لیا ان لوگون نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا یہ معنی ایک قراۃ نافع رح مین خرّقوا بتشدید رائے مہملہ ہے یعنی کثرت سے ان
کافرون نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالی کا
اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین المعنی اور مشرکون نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیان
تراشین۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہے اُس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے
ہین کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب ونقص سے پاک ہے وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ یعنی بدون کسی نمونہ کے اُن چیزون کو
پیدا کرنیوالا ہے اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہے اس بات سے
کہ اوتعالی ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون وزمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور
سے نہین دیکھتے تاکہ اسُ وہم مین خوار وبرباد نہو پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذوالجلال والاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان واحتیاج
کی باتین کہان ہوسکتی ہین محال ہین۔ اَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجہ۔ یعنی
کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین۔ اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہے کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰؑ کی پیدایش مین تو بیٹا سمجھے اور
اللہ تعالی عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہے کہ بعضے کافر
مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالی کی لونڈی تھی جو اللہ تعالی کی تقدیر
پر راضی وشاکر بلکون فقیری ومحتاجی کی حالت مین اللہ تعالی کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ - پس اوتعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے - وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اوتعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہی کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے - وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا - اول آنکہ اوتعالیٰ مبدع سموات وارض ہی اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہین - ایک زمانہ دراز گذرا پس اوتعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہی کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہین ہی دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہی کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ اوتعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہی - سوم آنکہ اوتعالیٰ کا کوئی کفو نہین ہی اور جسکا فرزند ہوتا ہی فرزند اسکا کفو ہوتا ہی پس اوتعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہین ہی دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز سوائے اوتعالیٰ عز وجل کے ہی وہ اسکی مخلوق ہی پس اسکا کفو نہین ہوسکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ اوتعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہی پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہی ف - فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہی پس کوئی چیز اوتعالیٰ سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو اوتعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش و زندگانی کر دیا بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہی اور بعض نے کہا کہ اوتعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال و کمال مین فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہی -

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اُس پر ہر

شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہین پا سکتی آنکھین اور وہ پاسکتا ہے آنکھون کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ - یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہی - لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود آلہ مگر وہی - اگر کہا جاوے کہ مشرکون و کافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزین آلہ نہین ہوسکتی ہین کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خبیر جسپر کسی مخلوق کی کنہ و ماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدایش مین ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ اور وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہی اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہین ہی اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عز وجل کے واسطے عبادت کا

حق ہو اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہین رکھتا پس جب کافرون و مشرکون نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور
نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا پس اوتعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہو کیونکہ
الٰہ معبود فقط خالق ہے۔ وہ خالق کُلِّ شَیْءٍ ہو اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین
آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فَاعْبُدُوْہُ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وَھُوَ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۔ اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور
اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہو خود فرمایا۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ نہین ادراک کرتی
ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے۔
وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی و شرک و کفر و عصیان بندون کے جسکو وہ خوب
جانتا اور اس سے خبردار ہو یہ صرف اسکا لطف ہو کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم
ہوتا ہو تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی و رافضی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت
سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہو کیونکہ اوتعالیٰ فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار۔ اور جماعت اہل سنت
نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح و حق ہے اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ
علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الٰہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا
یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہو کہ قولہ لاتدرکہ۔ جملہ نافیہ ہو اور نفی و محال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ
آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہو جو ممکن ہی نہ ہو
اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہو کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار
اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہو کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے والحمد للہ رب العالمین
اور درجہ دوم آنکہ لاتدرکہ سے ادراک کی نفی ہو اور رویت کے نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ
ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط
دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک احاطہ کے ممکن ہو بلکہ واقع ہے کما فی قولہ تعالیٰ فَقَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ قَالَ کَلَّا۔ یعنی جب موسیٰ مع
اسرائیل کے تیز روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیون نے
کہا کہ ہم ادراک کر لئے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے
پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہو کہ اوتعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علما۔
پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و علم مومنون کو موجود ہو و کما فی صحیح مسلم لا احصی ثناءً علیک الحدیث۔
یعنی احاطہ ثناء الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہو۔ قال سعید بن المسیب قولہ لاتدرکہ الابصار یعنی ابصار
اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطاء رح ابصار اسکو احاطہ کرنے سے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو
احاطہ نہین کر سکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالیٰ نے لاتدرکہ الابصار فرمایا ہو تو کہا کہ اے کیا تو آسمان کو

نہین دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہین سکتا تو دیکھ سکتا ہے
وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہان مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیون کا قول نہین بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق
بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہین پس سلب داخل ہوا تو جملہ کلیہ ہوا ہے لا یدرکہ کل البصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ
جزئیہ ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہین کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہین ہین اسکے منافی نہین کہ بعض انسان
عالم ہین اسی طرح ہم نہین کہتے کہ قیامت مین سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہین اور کافرون کو نہ ہوگا چنانچہ
فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب مین محروم رہین گے۔ امام مالک و شافعی
نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال
کی نفی مراد ہے عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک و تعالی کو دیکھا تو مین نے کہا کہ اللہ تعالی نے تو یون
فرمایا کہ لاتدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری مان نہ رہے یہ تو وہ نور ہے جو اسکا نور ہے جب اپنے نور سے تجلی فرمادے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے رواہ
ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور حدیث ابو موسی اشعری مین جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ مین خود موجود ہے کہ حجابہ النور لو کشفہ
لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون مین ہے کہ موسی نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ
اے موسی کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھے گا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کہتا ہے کہ لالکائی
رحمہ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ مین بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسی خود دلیل اہل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر ہو انشاء اللہ
تعالی مذکور ہوگا اور خود ابن عباس رض وایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورۂ نجم کے اوائل مین انشاء اللہ تعالی
مذکور ہوگا۔ عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم
نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد روی عنہا من غیر وجہ وفی الصحیح
پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا مین دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمعیل بن علیۃ وغیرہ فی قولہ لاتدرکہ الابصار۔ یہ دنیا مین ہے اور رہا آخرت مین مومنین
اپنے پروردگار کو دیکھین گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے
اور یہ نہین دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے اُسکے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کہتا ہے کہ قول ام المومنین رض سے یہ ثابت
ہی نہین ہوتا کہ آخرت مین دیدار نہ ہوگا اور دیدار محال ہے بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھین صرف دیدار بمعنی جلال و عظمت الہی کے دیکھ لینے
سے جس شان پر اللہ تعالی عزوجل ہے انکار کرتی تھین قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالی جس شان پر وہ ہے
اسکو ابصار ادراک نہین کر سکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہ رض مومنون کے حق مین آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھین اور دنیا مین اسکی نفی
کرتی تھین قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح مین اللہ تعالی عزوجل کے دیدار جنت مین ملنے کے بیان مین ہے کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن
یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر رداء کبریائی ہوگی جنت عدن مین۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہین کہ اہل جنت عدن کی آنکھون پر جلال
و عظمت الہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اُسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ
(ای بنور اللہ تعالی) الی ربہا ناظرۃ۔ قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے پس مخصوص
بروز قیامت ہے اور قولہ لاتدرکہ الابصار۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون مین تعارض نہین ہے تاکہ تاویل کی طرف

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہین وہ انشاء اللہ تعالی قصہ موسی مین ذکر کرکے رد کردیجائے گی بلکہ وہان کی
آیت کریمہ خود دیدار باری تعالی ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ
عنہم وتابعین وصلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہین جنسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر
سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا
کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھوگے جیسے تم چودھوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو یعنی کھلے کھلے
دیکھوگے بدون حجاب شک کے اللہم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالی ہر آیت مثبت رویت کے
متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالی التوفیق ف ــــ فی العرائس قولہ تعالی ذلکم اللہ ربکم
جب اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات نے مخلوق کو اپنی پاک ذات
پہچنوائی اور حدوث کی عدت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد
و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات مین عبودیت
لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ مت کرو
کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال
نہین ہے سب ہی اسکے قبضہ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دیسکتا اور کوئی ضرر نہین دیسکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی
مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وہو علی کل شئ وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ
پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے تھے وہ زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا
پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنون پر نور پر نور چھایا پھر اپنی ذات پاک کو
مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الہ الا ہو۔ تو انبیاء
علیہم السلام و بزرگون کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شئ یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا اس طور
کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ
کبریائی مین آنکھ اُٹھانے سے مجبور و معذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالی لا تدرکہ الابصار وہو یدرک
الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندہ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی
حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی
ہوکر اسکے جلال کے نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالی الٰہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات
کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص و توحید اسکو آخرت مین یہ دیکھین گے باین طور کہ او تعالی عزوجل انکو اپنے انوار صفات
کے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالی عزوجل کو دیکھین گے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے
دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی مین ہستی کی تاب و طاقت نہین ہے۔ ہان او تعالی اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے
علم قدرت سے محیط ہے اُن کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ وہو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہے کہ عشق کے ساتھ قلوب

انکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہین اور بجود و عاجز ہوتے ہین اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریائے محبت مین غرق ہوگئین اور اسرار فنا ہوئے اور عقلین اسکی علوم مین مضمحل اور عاجز ہوئین شیخ ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار او تعالی قلوب بھی محجوب ہے جیسا کہ ابصار سے محجوب ہے۔ اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھین دونون برابر ہین۔ بعض نے کہا کہ او تعالی ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہین کہ ابصار کو اسکی جناب مین دسائی ہو حسینؒ نے کہا کہ لطیف از کنہ کہ پھر کہان اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہو کہ یاد فرمایا بندہ کو دہر حالیکہ جبکہ آسمان مبنی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہین۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبادہ فی الامور الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین وما فیہا فہذا معنی لطیف انتہی بانی النسخۃ والمترجم لم یحصل تحقیق تحصیلہ۔ قاسمؒ نے کہا کہ لطیف وہ ہو کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہان ممکن ہے۔ ابن عطارؒ نے کہا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہین پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محیط ہے۔ ابوسعید خدریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے قولہ لاتدرکہ الابصار کی تفسیر مین کہا کہ اگر بالفرض تمام جن و انسان و ملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھین تو کبھی اللہ تعالی کا احاطہ نہین کر سکتے ہین۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ العوفی ضعیف ہین اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین مین سے کسی نے اسکو روایت نہین کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہین ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلا و محنت مین تجھے ولی کیا اور آگ مین ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت مین تجھے داخل فرماویگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول جنیدؒ کا قول دونون اوفق بسیاق و معنی لغوی ہین۔ فافہم۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا

تمکو پہونچ چکین سوجھ کی باتین تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَ

اور مین نہین تم پر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین ہم آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہے اور

لِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والون کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون و منکرون سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصائر جمع بصیرہ۔ یعنی نور قلب ہے اور مراد یہان حجت و برہان واضح ہے۔ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ۔ اے فمن ابصرہا و آمن فانما ابصر لنفسہ لان النفع

بالحجۃ والنجاۃ من النار لہ۔ یعنی جس نے ان حجتوں کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے
اللہ تعالیٰ کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور
احتمال ہے کہ البصر بمعنی بصیرت میں داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل
کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کما فی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو
پیدا کر کے ان کے لئے بصائر قدرت و آیات قائم کر دیئے ہیں تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ میں
جاوے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کر کے جنت میں دائمی زندگی پاوے۔ اسی طرح یہاں فرمایا فمن ابصر فلنفسہ۔ ومن عمی فعلیہا
وما انا علیکم بحفیظ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر میں داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ
میں ہیگا اور میں تم پر حفیظ نہیں ہوں یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپنے رسالت الٰہی کو تمام و کمال پہونچا
دیا تو اگر کوئی کافر ہے اور نہ مانے آپ سے اسکی بازپرس نہیں ہے وکذلک اے کما بینا ما ذکر کذلک نصرف الآیات
نبین الآیات لیستبصروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبرت و پند
حاصل کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ ولیقولوا کا اعراب بصورت عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسر اے ذاکرت اہل الکتاب
وفی قراۃ درست اے قراۃ وتعلمت کتب الماضین وجئت بہذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تو نے اہل کتاب سے
ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہے اور ایک قرات میں درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہیں اگلوں کی
کتابیں اور یہ باتیں ان کتابوں سے لایا ہے اور ابن عامر کی قراۃ میں درست بسکون تاء فوقانیہ ہے از درس یعنی یہ باتیں گذشتہ
او مٹی ہوئی ہیں۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد
من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم۔ یعنی تاکہ کہیں مشرکین و کافرین کہ باہم ذکر کیا تو نے اے محمد اگلی کتابوں والوں
یہود و نصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تو نے یہ سیکھا ہے۔ یہی ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ
نے تفسیر کی اور طبرانی نے من طریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تو نے تلاوت کی مخاصمہ کیا
مجادلہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاؤ ظلما
وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں کو وسوسہ نفس ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ بالکل
صریح وہم و غلط تھا جو مشرکوں نے باندھا تھا جب دیکھا کہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہیں۔ اور اب اُن کی صدق
نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ در پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کیا اچھوتا وہم تھا
کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جدید اخبار غیب
وہ مذکور ہیں جو خود اہل کتاب کو نہیں معلوم تھے پس یہ کافروں کی جہالت و حق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔
قال الحافظ یحییٰ رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تو نے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد السدی
والضحاک و ابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصری ؒ نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہو گیا اور محو ہو گیا۔ قال المترجم
اس زمانہ میں بھی بہت سے ملحد زندیق و نیچری پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید و طریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہیں اور اپنے لئے

نئی روشنی ثابت کرتے ہیں اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہیں واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیر رح نے
فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہیں اور لفظ تو درست ہے اور بسکون آخر قراۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور قتادہ رح نے درست
بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب رضی نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد وَلِنُبَيِّنَهٗ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ یعنی بصائر خود ہدایت ہیں لیکن انجام کار یہ ہے کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ
ہوگی ۔ قال ابن عباس قوم داناسے مراد وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت دی ہے اس آیت میں دلیل ہے کہ تصریف آیات ایک قوم
کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہے۔ فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر منت
واحسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہیں اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہے۔ ان بصائر سے
اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھیں روشن کین اور ان میں انوار صفات ہیں اور صفات از سبحات ذات ہیں پس جسمین استعداد
از کرم جناب باری تعالیٰ ہے اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہیں ہے وہ آیات وابصائر و قرآن سے
اندھا ہے لہذا قال ومن عمی فعلیہا۔ وبال اسی پر ہے۔ خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت
اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہے کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون ۔
اللہ تعالیٰ نے کافرون ومشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق ولطائف کو بندگان مومنین کے دلون میں کشادہ فرمایا
کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہے۔ یہ احسان آلٰہی ہے کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے
ودائع سے انوار غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ
ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت آلٰہی رکھتے اور خطاب آلٰہی کو سمجھتے ہیں اور یقین سے ایمان لاتے ہیں اور یہ قرآن مجید ایسے
لوگون کو نافع نہیں جو خطاب و مراد نہیں سمجھتے ہیں۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت
بیان کو جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت وقوت موہوبہ سے وقوف لیتے ہیں اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہیں کسی علم یہ
خواہش سے پیش قدمی نہیں کرتے اور کسی کاہلی وسستی سے پچھڑتے نہیں ہیں۔ پس یہی مومنین کاملین ہیں ٭٭

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۵
تو چل اُس پر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اور جانے دے شریک والون کو

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۵
اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہم نے نہیں کیا اُنکا نگہبان اور تجھ پر نہیں اُنکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۔ اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی آلٰہی پر جو بالکل حق
وصحیح ہے عمل کرین ۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پس جو امر آلٰہی ہے وہی حکم وحق ہے باقی سب باطل ہے اور کافرون مشرکون کی طرف
مشغول نہون۔ کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ مشرکون کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نہ کر کیونکہ
حکمت آلٰہی میں قابل قہر ہیں۔ پس کیونکر ان صریح وظاہر آیات و بصائر کو دیکھیں گے اور بدون ہدایت آلٰہی کیونکر

بنیائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ آلہی مین راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابل ہدایت نہین پس او تعالی کی مشیت مین یہ نہین ہے کہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے صریح آیت پر ایمان کیون نہین لاتے اور کیون شرک مین خوار ہوتے ہین۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو تو رقیب نہین کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین ان کی بہودی ہے خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر فقط رسالت پہونچانا واجب ہے اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہے نہ لیوین خود خراب خوار ہون واضح ہو کہ اعرض عن المشرکین۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہے پس نسخ جاری نہوگا مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہے کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال کی طرف ہے بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہے پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہے اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر ابلاغ کے ہے حکم عملی شرعی دوامی نہین ہے پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہے کما قال السدیؒ والاول اظہر واللہ اعلم۔ و فی قولہ ولوشاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہے کہ شرک مشرکون کا و کفر کافرون کا او تعالی کی مشیت پر ہے اگر اسکی مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہے سب او تعالی کے احکام قضا و قدر کے تحت مین مسخر و محکوم ہے۔ **فی العرائس** قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت و حقائق انبساط مقامات و حالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار کے مطالعہ اور الہیہ واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہے کیونکہ تائید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر وصف و نعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہے اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہے۔ وقولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان و تو اللہ تو ہے یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ ہے جیسا کہ قولہ تعالی فاوحی الی عبدہ ما اوحی مین یہ وحی مخفی مذکور ہے۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ قولہ تعالی انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ مین مذکور ہے۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلاواسطہ ہے اور رسالت و انزال امر ظاہر بواسطہ ہے اسی واسطے فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک۔ پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہے کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ حق کی اطاعت کرو اور ماسوائے اسکے جو کچھ وسواس و خیالات مین سب چھوڑدو اور اسکی اتباع کرو جو تمھارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک و ان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ
الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بیشک کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کرلے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے اسی طرح
زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہے اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے کہ اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکوں کے معبودوں کو برا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اوتعالیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہو ورنہ ہم تمہارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کرو کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کے حق میں بدزبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بدزبانی کرینگے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ دور ہو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ اُمت اُسکو اچھا سمجھکر بجالاتی ہے اسمیں اوتعالیٰ کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اوتعالیٰ کی طرف اُن کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے۔ اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جزاء سزا ملیگی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ کذلک زینا لکل امة عملهم۔ اوتعالیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرے سوا الا حق تعالیٰ کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کرکے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہے اسکی آنکھ سے پردہ دور کردیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان آلہی جو ازل مین اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہ ہونے سے شرم مین غرق ہے بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہے جو لوگ باطل بیہودہ ہین وہ اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہین۔ زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین۔ واسطی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کردیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گرگئے اور کوئی نہین بچا سوائے ان بندون کے جنکو اللہ تعالی نے فور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی پہونچے البتہ اُسکو مانین تو کہہ

اَلْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ

نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ مانین گے اور ہم اُلٹ دینگے

اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ

اُن کے دل اور آنکھین جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ دیکھین گے اُن کو

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اپنے جوش مین بہکتے ۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان۔ یعنی مشرکون نے اللہ تعالی کی قسم کھائی نہایت اپنی کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف۔ یہ اپنے آپ کو قادر سمجھکر غرور کیا۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالی ہی کے قبضہ قدرت مین ہین۔ او تعالی مختار ہے چاہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین ہین تو فقط ڈر سنانیوالا ہون۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسرہ ان لیا اور معنی یہ بیان کئے ما یشعرکم اے ما یدریکم بایمانہم اذا جاءت۔ کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت اُنکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لا یومنون۔ اور علم آلہی مین یہ بات سابق ہو چکی ہے کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے۔ قال المترجم اس تفسیر پر ما یشعرکم کا خطاب مومنون کو ہے اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ مشرکون نے مومن ہو جانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسی مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا ہو جاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کروگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالی انپر
عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہو وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ
جن کے حق میں توبہ مقدر ہو وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیر رح اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت
بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لایومنون بتاء خطاب یعنی لا تومنون پڑھا گیا ہے اور مایشعرکم میں خطاب مشرکون کو قرار دیا گیا قال الحافظ
ابن کثیر رحمہ اللہ ومایشعرکم میں خطاب مشرکون کو کیا گیا اور یہی مجاہد رح کا قول ہے گویا مشرکون سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم
ان قسموں میں سچے ہو بنابرین قراۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آوین
بسبب اسکے کہ علم الہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تومنون بتاء خطاب پڑھا۔ پس استیناف بھی ہو سکتا ہے
اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ وبنابرین
جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنابرین کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور درصورت معمول
ہونے کے قولہ لایومنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالی ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالی وحرام
علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں معنے
یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقترحہ آنے پر
یہ لوگ ایمان لے آوینگے تا کہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی
بن کعب کی قراۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے نثر ونظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب
الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ یا زار جا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید
میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج ونحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا وغلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف
بلیغ ہے اے انہا اذا جاءت لا یومنون او یومنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس
ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف بصدد میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات
آنے پر وہ ایمان لاوین یا نہ لاوین پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار
ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کیونکہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئینگے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور رعما ہو
خلاف المقصود ابلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے
ہو۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے
ہیں۔ وَاَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یومنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان
نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو
تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن
سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم
وابصارہم یعنی ان کے وایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کر دینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان وان کے ایمان کے درمیان میں حیلولت کردی کذا قال عکرمۃ وعبد الرحمٰن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے وسمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر الٰہی عز وجل سے ان کے خبیث نفس میں شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہیں
پہونچتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاویں تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھیں و دل جانب رحمت سے پھیرے
جاتے ہیں۔ وَنَذَرُهُمْ نزکہم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالہم اور ہم ان کو چھوڑتے ہیں ان کی گمراہی میں ف
جو انھوں نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے۔ يَعْمَهُونَ۔ تیرددن متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی میں
متحیر پھرتے ہیں ف۔ یہی قول ابو العالیہ وربیع بن انس وقتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہیں پہونچا تو اپنی
تاریکی نفس میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات میں سے ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دلوں کا پھیرنا اور بینائیوں کا لوٹ دینا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلوں و بینائیوں کو پھیرتے و لوٹتے ہیں اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ میں کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں سب قلوب ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
وغیرہ) اور بعض احادیث میں ہے کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ میں اس مثال سے ہے جیسے میدان میں ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہے
کہ ہواؤں کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہیں یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عز وجل ہے اسی طرف دل پھر جاتے ہیں۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلوں کا یہ حال ہے تو جہاں کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت و کبریائی میں متوجہ کرکے محبت و
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات وصفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ
آیات معجزات میں انوار قدرت و عجائب عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہیں یعنی طاعات صوم وصلوٰۃ و حج و زکوٰۃ میں اس کی نیت صالح و خلوص و حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے
ہیں یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہیں اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہیں جسمیں شک و نفاق و بدنیتی وغیرہ
کا میل کچیل نہیں رہتا ہے برخلاف اسکے جہاں کہیں قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت میں اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہیں ہوتے ہیں اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رح
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلوں کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب میں توبہ کرتے ہوئے خشوع
وخضوع سے متوجہ ہیں اور جن دلوں سے اعراض فرمایا وہی گمراہی میں خوار ہیں (عس) مترجم کہتا ہے کہ
یہاں بعضے گمراہ جو اپنے تردد میں متحیر ہیں اپنی رعونت نفس میں بڑبڑا دیں گے کہ جب گمراہوں کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم محض بےخطا اور بالکل گناہ سے پاک ہیں ہم کو جہنم میں رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہاں
دو مقام لکھوں جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہوں کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ میں

ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کرون ۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی ملکیت مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان مین نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق جانتے ہین حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کر دے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہے تو استحقاق کہان سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام و محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الآیہ مین مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیہ ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجایش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کاملہ پہونچائی کہ بعد اسکے کافرون کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا ۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور ان کو دو باتون مین منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھون نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون باتون مین مکلف کیا پس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ و عادل جانتے ہین وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تبہ کار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونون خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا بر خلاف ان کے کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع مین لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے ۔

حتی کہ ہزارہا سال عمر پاوین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالی نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت بچائی جو محض نجس ہے اور از عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کردی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالی نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لایعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعا نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین خوار ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

تمت

ساتوان جزو تمام ہوا بعد آٹھوان و لو اننا ہے۔

تنبیہ للغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲/

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جودت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔

حج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تذکرۃ الجمعہ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام

تبیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا مسکین الدین

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از [illegible] علی۔ ۲/

[illegible] مشہور درسی از شیخ شرف الدین [illegible]۔ ۱/

[illegible] مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۱/

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر [illegible] عبدالحق محدث دہلوی۔

مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔

قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۸/

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/

مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۶/

شرح مختصر وقایہ کورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/

رسالہ قاضی قطب ذکر ایمان و ارکان شرع

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع۔

ہدایہ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات۔

(۲) جلدین آخرین معاملات۔

ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔

عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں۔

(۱) جلدین اولین عبادات میں۔

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱/

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الجماعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ چھپ رہی ہے -

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ر
باب دانش مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - عہ ۱۲ر
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳ر
بحر تحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر
آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شرایف علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع -
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عہ ۱ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۱ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل عـ۵ـہ ر
تہذیب جسمانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (داخل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ ۱ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید سمی ۲/۹ ۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دئے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بمثیل شرح ہے - عہ ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - عہ ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہ ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک درّ بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند حضرت لقمان کے ستو قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

المشتہر منیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

